عِقدُ الدُرَرِ العِلمِیَة

علماء خانوادۂ پیشنماز، فیض آباد

تالیف انیق

پروفیسر سید بدرالحسن عابدی

MANUU, Saiyid Hamid Library
U928.91439 SYE
Acc. No. 84840

754

عِقْدُ الدُّرَرِ الْعِلْمِيَّة

علماء خانوادۂ پیشنماز، فیض آباد

Donated by
Prof. Syed Ainul Hasan
VC, MANUU

Maulana Azad National Urdu University
84840
Date..........
Hyderabad

تالیف انیق

پروفیسر سید بدر الحسن عابدی

928.91439
SXE
Author, Urdu, Biography

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

نام کتاب : عقد الدرر العلمیة

مصنف : پروفیسر سید بدرالحسن عابدی

طبع اول : ۲۰۰۷ء

تعداد : پانچ سو

کمپوزنگ و پرنٹنگ : زرنگار، وارانسی۔ فون: 2455160-161

ملنے کا پتہ : اے ۳۰/۷ پھاٹک تقی علی خاں، مقیم گنج، وارانسی۔ ا

Maulana Azad National Urdu University
Accn. No. 84840
Date..................
Hyderabad

فہرست

۱- پیش لفظ ۴
۲- ابتدائیہ ۱۳
۳- مسعود غازی وسادات حسینی ۱۶
۴- مولانا سید عبدالعلی صاحب ۱۷
۵- ملا علی پاشا کشمیری ۱۹
۶- مولانا سید محمد صاحب ۳۰
۷- شجرۂ طیبہ ۳۲
۸- شجرۂ خانوادۂ علمیہ ۳۳
۹- مولانا سید علی صاحب ۳۴
۱۰- مولانا محمد حسین صاحب ۳۵
۱۱- حکیم ابوابراہیم صاحب ۳۶
۱۲- مولانا سید علی محمد صاحب ابن مولانا محمد حسین صاحب ۳۶
۱۳- بھائی صاحب مولانا سید نجم الحسن عابدی ۳۸
۱۴- بحیثیت ذاکر حسینؑ ۴۰
۱۵- مجلس چہلم ۴۲
۱۶- مولانا سید وصی محمد صاحب ۴۸
۱۷- مولانا سید وصی محمد صاحب ۵۲
۱۸- بھیا کا سفر عراق ۵۵
۱۹- مجلس چہلم ۶۱
۲۰- مجلس چہلم ۶۳
۲۱- سید کلب حسین صاحب ۶۵
۲۲- آیۃ اللہ مولانا سید ظفر الحسن الرضوی ظفر الملت ۶۷
۲۳- قصیدہ در مدح امام عصرؑ ۷۲
۲۴- مرثیہ ۷۴
۲۵- مجلس چہلم قبض العلم بقبض العلماء ۷۷
۲۶- السید ناصر رضا مبارک والسید شمیم الحسن واخوانہ ۷۸
۲۷- قطعۂ تاریخیہ ۸۰

پیش لفظ

(کچھ راقم الحروف کے بارے میں)

میرا نام سید بدر الحسن ہے۔ حضرت امام زین العابدینؑ کے فرزند حضرت حسین اصغر کی اولاد میں ہوں۔ میرے جد اعلیٰ سید مسعود غازی نے محمد تغلق کے زمانے میں غازی پور کو آباد کیا۔ میرے دادا سید ضیاء اللہؒ صاحبِ اجتہاد تھے جن کے والد مولانا سید مظہر علی صاحب طاب ثراہ کی شادی مولانا سید عبد العلی طاب ثراہ کی پوتی (بڑی بیگم) سے ہوئی اور میرے پرنانا کی شادی مولانا عبد العلیؒ طاب ثراہ کی دوسری پوتی (چھوٹی بیگم) سے ہوئی میرے نانا اور میرے دادا دونوں ذی علم تھے۔ پردادا قصبہ گنگولی ضلع غازی پور اور پرنانا قصبہ زنگی پور ضلع غازی پور کے سادات مسعودی تھے۔ میرے دادا سید ضیاء اللہ مجتہد تھے اور وہ بھاگلپور کے امام جمعہ و جماعت تھے۔ میرے نانا سید محمد جواد بھی ذی علم تھے اور زبانِ اردو کے قصیدہ گو شاعر بھی۔ مرزا دبیر طاب ثراہ سے قریبی تعلقات تھے۔

میری ولادت ۱۹۲۴ء میں فیض آباد میں ہوئی۔ میرے والد مرحوم سید علی محمد صاحب المتخلص بہ اعجاز کمسنی میں یتیم ہوگئے اور دادی معہ والد مرحوم اپنے والد مولانا حکیم سید علی صاحب مرحوم کے پاس رہ گئیں اور والد مرحوم اگرچہ فارسی اور اردو میں اچھی خاصی صلاحیت رکھتے تھے اور اپنی ماں کے ساتھ محمد آباد گوہنہ ضلع اعظم گڑھ میں رہنے لگے اس لئے عربی کی تعلیم بہت کم حاصل کر سکے۔ میری والدہ مرحومہ پڑھی لکھی تھیں اور اسلامی تاریخ و حدیث پر عبور رکھتی تھیں۔

اور انگریزی بھی دسویں درجہ تک پڑھی۔ وہ بدایوں میں اکرام عالم صاحب حیدری وکیل کے لڑکوں کے اتالیق ہو گئے اور میں مشکل سے پانچ سال کا ہوں گا کہ بدایوں لے گئے اور ایک سال کے بعد کالون ہائی اسکول محمود آباد اودھ ضلع سیتاپور میں پرشین ٹیچر ہو گئے اور وہاں بھی مجھ کو ساتھ رکھنے لگے۔ محمود آباد میں بہادر مرزا قزلباش انجینئر جن کی دوسری شادی فیض آباد کے داروغہ سلطان صاحب مرحوم جو توشہ خوانہ قلعہ معلیٰ ریاست محمود آباد تھے، ان کی بھانجی سے ہوئی تھی ان کے سبھی لڑکے بھائی صاحب مرحوم کے شاگرد نکلے اور ان کی پہلی بیوی سے ان کے بڑے صاجبزادے جناب احمد مرزا صاحب قزلباش تھے اور ان کی شادی جون پور میں ہوئی۔ جون پور میں ان کا انتقال بھی ہوا۔ جون پور میں سال بھر تک بہت شدید بیمار ہوئے۔ ان کی مجلس چہلم میں نے پڑھی اس لئے کہ شروع سے لے کر تا حیات جناب فاطمہ زہرا کی محفل میلاد میں طرح پر قصیدہ پڑھتے رہے۔ اُن کا انتقال ۱۹۸۵ء میں ہوا۔ احمد مرزا قزلباش مرحوم جوادیہ کالج بنارس، ایمانیہ کالج بنارس کی محفلوں میں بھی آیا کرتے تھے اور اپنا طرحی قصیدہ پڑھتے تھے اور بنارس کی بعض اور محفلوں میں بھی۔ بہت پُر مزاح تھے۔ بھائی وصی محمد صاحب طاب ثراہ کی منعقدہ ۵ شعبان کی محفلوں میں بھی طرح میں قصیدہ پڑھتے رہے۔ ہمارے بھائیوں سے گویا عزیزدارانہ مراسم تھے۔

میں نے ۱۹۴۰ء میں ہائی اسکول اور فیض آباد گورنمنٹ کالج سے انٹرمیڈیٹ عربی مضمون اختیاری سے کیا اور مرزا زاہد حسنین صاحب مرحوم نے عربی پڑھائی۔ پھر میں نے لکھنؤ یونیورسٹی میں بی اے (آنرس) میں داخلہ لیا اور ۱۹۴۷ء میں ایم اے عربی میں کر لیا۔

محافل و مجالس کا بلند پایہ سلسلہ فیض آباد میں عرصے سے چل رہا ہے جس نے

میری معلومات شاعری و مذہبی میں ایک پختگی پیدا کردی۔ زبان اردو میں مہارت ریاست محمود آباد سے ہی ہوگئی تھی جو میری ابتدائی تعلیم کے دوران چھوٹا لکھنؤ ہوگیا تھا۔ علماء وذاکرین اور شعرائے کرام کا اچھا خاصا گروہ وہاں موجود رہتا تھا اور لکھنؤ سے بھی آتا رہتا تھا۔

یہی حال شہر فیض آباد کا تھا جہاں علماء، اطباء و وکلاء و شعراء بھرے پڑے تھے۔ شہر فیض آباد ہمیشہ سے سنی وشیعہ اختلافات سے آج تک بحمد اللہ پاک رہا ہے۔ میرے طالب علمی کے دور سے بہت پہلے سے وثیقہ عربی کالج سنی۔شیعہ طلاب نیز اساتذہ پر مشتمل تھا۔ محفلوں میں محمد حسن حُسنؔ صاحب وکیل اور وثیقہ کالج سے سکنڈ ماسٹر اعجاز حسین معجزؔ سنبھلی (حضرات اہلسنّت) اپنے قصاید پیش کرتے تھے۔ کچھوچھہ شریف کے سجادہ نشین سید محمد صاحب مرزا مجتبیٰ علی وکیل کے یہاں عشرہ میں مجلس پڑھتے تھے مشاعرے بھی بکثرت ہوا کرتے تھے جن میں شہر کے پی کے گنجور مقامی شعرا میں تھے اور حکیم اِبّن صاحب ایک اچھے خاصے طبیب تھے۔ شیعہ اطباء میں حکیم آغا احمد صاحب کاظمی مرحوم، حکیم فضل علی عرف پیارے صاحب مرحوم، حکیم آغا احمد صاحب خلجی مرحوم، حکیم منے آغا آفتاب لکھنوی مرحوم، مؤخر الذکر لکھنؤ سے آئے تھے بڑے مقدس، مومن دیندار اور اعلیٰ درجہ کے شاعر تھے اُن کے عید غدیر کے سلسلہ کے ایک قصیدہ کے چند اشعار ذیل میں درج ہیں:

لیکر کجاوے اونٹوں کے منبر بنائیں گے
اپنا وصی علیؑ کو پیمبرؐ بنائیں گے
دو کر کے ایک نور کو خالق نے یہ کہا
اِس کو امامؑ اُس کو پیمبرؐ بنائیں گے
کھلتے ہیں آہ سرد سے گلہائے زخمِ دل

قبر علیؑ کے واسطے چادر بنائیں گے

ہاں عشق بوترابؑ میں اے جسم خاک ہو

تجھ کو غبار کوچۂ حیدرؑ بنائیں گے

اے دل کہاں نصیب غلامی مرتضیٰؑ

تجھ کو غلامِ حضرت قنبر بنائیں گے

جب وہ لکھنؤ واپس گئے تو لکھنؤ کے رسالہ 'رجعت نے لکھا کہ 'آفتابِ لکھنؤ کی رجعت'۔ حکیم فضل علی عرف حکیم پیارے صاحب نہ محض طبیب حاذق تھے بلکہ اعلیٰ درجہ کے قصیدہ گو شاعر تھے اپنے والد حکیم ممدوح صاحب مرحوم محمود آباد کی ریاست کے طبیب تھے ان کو آخری وقت میں حکیم پیارے صاحب مرحوم نے اپنے پاس بلا لیا اور وہیں انتقال فرما گئے ان کی مجلس چہلم عمدۃ الزمن مولانا سید ابن حسن نونہروی طاب ثراہ نے پڑھی۔ حکیم پیارے صاحب بہترین نوحے بھی کہتے تھے جن کو فیض آباد خورد محل کے مشہور نوحہ خواں اور خوش الحان نواسہ محمد رضا صاحب مرحوم پڑھتے تھے اور محفلوں میں اُن کے قصاید بھی پڑھتے تھے۔

حکیم احمد آغا صاحب خلجی مرحوم بہت ہی منطقی و فلسفی بھی تھے اور ان کی ایک کتاب علم نجوم پر میرے پاس تھی جو ضائع ہوگئی۔

شہر فیض آباد کی ایک نمایاں ہستی اور وکلاء میں ایک ممتاز ذی علم شخصیت سید محمد مہدی تسکینؔ مرحوم ایڈوکیٹ تھے۔ بہترین نثر نگار اور مقرر بھی اور قصیدہ گو شاعر بھی۔ فیض آباد شہر و ضلع کی طرف سے سالانہ ''شہید اعظم کی مجالس'' کا اشتہار ہر سال وہی لکھتے تھے''۔ دوسری جنگ عظیم میں جو اجتماع فیض آباد شہر کے امام باڑہ جواہر علی خاں میں ہوا تھا اُس کے اشتہار کے چند جملے مجھے اب تک یاد ہیں:

''اور مریخ کی خوں بار فضاؤں میں مادیت کی حرماں نصیبی پر اشک حسرت

بہانے والو کیا تمہارے کانوں میں بزمِ قدس کی یہ آواز نہیں پڑی ''مَن یُفسِدُ فیھا و یسفک الدّماء '' آج وہی پیشن گوئی پوری ہو رہی ہے اور حُریّت کا علمبردار اپنی بہمیت کے ساتھ دنیا میں غارت گری مچا رہا ہے، اگر سکون قلب کی تلاش ہے تو شہید اعظم کی سالانہ یادگار الخ''

فارسی ادب میں تسکین صاحب مرحوم کو بڑا شغف تھا چنانچہ فیض آباد کے دو اردو ہفتہ وار اخبار 'تعمیر' اور 'اختر' میں فارسی ناولوں کے اردو ترجمے شایع ہوتے تھے۔

مرزا مجتبیٰ علی فیض آباد کے ایک پر جوش ذاکر بھی تھے اور اکثر قصیدے بھی لکھتے تھے۔ ان کے بڑے بھائی مرزا باسط علی بھی اچھے قصیدہ گو شاعر تھے۔

فیض آباد میں ہمارے خاندان کے جناب مولانا سید محمد حسین صاحب طاب ثراہ امام جمعہ و جماعت نے وثیقہ عربی مدرسہ قایم کیا جس کے مدرس اعلیٰ شیعہ اور سکنڈ ماسٹر اہلسنّت کے کوئی نہ کوئی بزرگ عالم ہوتے تھے۔ مولانا سید شبیر حسن صاحب مجتہد العصر طاب ثراہ جب میں انٹرمیڈیٹ میں پڑھ رہا تھا وثیقہ اسکول کے پرنسپل تھے انھوں نے سرکار ناصر الملت طاب ثراہ پر (جون پور میں اپنی علالت کے دوران) عربی میں ایک نایاب مرثیہ کہا تھا۔ اُسی زمانے میں وثیقہ اسکول کے سکنڈ ماسٹر سہسوان ضلع بدایوں کے معجز صاحب تھے جو امام باڑہ جواہر علی خاں کی محفلوں میں اپنے قصاید کہہ کر پڑھواتے تھے جسے اُن کا کوئی شاگرد پڑھتا تھا۔ چونکہ اُن کے قصاید میں سے مجھے کوئی قصیدہ مل نہ سکا ورنہ اس کو نقل کر دیتا۔

مجھ کو اچھی طرح یاد ہے کہ فیض آباد میں حکیم پیارے صاحب کے والد جو محمود آباد ریاست میں طبیب تھے، وہاں سے بیمار ہو کر آئے اور انتقال فرما گئے تو نادرۃ الزمن علامہ سید ابن حسن صاحب نونہروی طاب ثراہ نے ان کی مجلس چہلم پڑھی۔

علامہ مرحوم نے اس کے بعد ایک مجلس علامہ سید سبط حسن لکھنوی طاب ثراہ کے ایصال ثواب کے لئے بھی فیض آباد کی بڑی مجلسوں میں پڑھی۔ کسی نا اہل نے سید سبط حسن طاب ثراہ کی مجلسیں جو نہایت کامیاب ہوتی تھیں اُن پر یہ تنقید کی کہ ''گل و بلبل'' کے انداز میں پڑھتے تھے اس پر علامہ نونہروی نے اپنے بیان میں فرمایا کہ جب نمرود ملعون نے جناب ابراہیم علیہ السلام کو انگاروں میں ڈلوایا تو آگ گلزار ہوگئی۔ ایک پھول کے درخت کی شاخ پر بلبل آکر بیٹھ گئی اور اس نے اپنی زبان میں حضرت ابراہیمؑ کی شان میں قصیدہ پڑھا۔

لکھنؤ میں ۱۹۴۳ء سے ۱۹۴۹ء تک میرا قیام رہا اور وہاں کے نامور اور مشہور رؤسا، علمائے اعلام، راجگان، وکلاء، شعرائے کرام و نوابین عظام اور اطباء کی خدمات میں حاضری دیتا رہا۔ میرے استاد جناب محمد وحید مرزا صاحب نے مجھ کو بی اے سے لے کر ایم اے تک عربی کی تعلیم دی۔ بڑے ہی قابل استاد تھے میں اُن کی کن لفظوں میں تعریف کروں، سب سے بڑھ کر تعصب کا شائبہ ان کے اندر نہ تھا اگرچہ وہ سنی المذہب تھے۔ میرے ڈاکٹریٹ حاصل ہونے میں اُن کا بڑا ہاتھ تھا۔ میری تھیسس کا عنوان ''عہد عباسی میں علم کلام کا ارتقاء'' تھا اور انگریزی زبان میں چار سو ساٹھ صفحات پر مشتمل تھی۔

میں نے لکھنؤ یونیورسٹی سے بی۔ آنرس۔ ایم اے کی اسناد اور پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ یہاں آکر علی گڑھ یونیورسٹی سے فارسی میں ایم اے کرلیا۔ اتر پردیش کے گورنمنٹ کالجوں میں ٹیچری کی مرزاپور، رام پور، جھانسی اور باندہ میں رہا۔ باندہ سے بنارس یونیورسٹی میں ۱۹۵۷ء میں لکچرر مقرر ہوگیا اور پھر مستقل ہوگیا ۱۹۷۳ء میں ریڈر ہوگیا۔ اپنے ایک خط میں امروہہ کے سید المدارس کے پرنسپل اور امامت جماعت جناب مولانا سید عبادت حسین نقوی طاب ثراہ نے میری ترقی پر

اپنے ایک خط میں تاریخ تحریر فرمایا:

''سلمکم وبارکم اللہ

خط لکھنے بیٹھا کہ تجدید مبارکباد کردوں ذہن کو ڈولایا تو فوراً مادّہ برآمد ہوا امید کہ آپ اور حضرت مولانا سید وصی محمد صاحب قبلہ اور حضرت قبلہ دام ظلہما ضرور پسند فرمائیں گے قد بلغ الحق الیٰ محلہ ......والدعا''

۱۳۹۹ھ (۱۹۷۳ء) سید محمد عبادت امروہوی۔

جناب مولانا سید ابن حسن صاحب نونہروی طاب ثراہ کے یہاں ہر سال حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے یوم ولادت ۱۵ جمادی الاولیٰ کو محفل ہوتی تھی۔ ان کے حکم کے مطابق ہر سال اُس محفل میں اپنا تازہ قصیدہ پڑھنے لگا۔ دوسرے سال کے لئے ممدوح نے مجھ کو حسب ذیل خط لکھا:

''لکھنؤ کٹرہ ۲۲ر اگست

عزیزی اعزی عزیز الفضایل سلمکم اللہ۔ سلام ودعا۔ یہاں خیریت ہے۔ خدا آپ سب کو ہر طرح اچھا اور سلامت رکھے۔ سالانہ محفل میلاد امسال بجائے ۱۵ر جمادی الاولیٰ ۱۴ر یک شنبہ کو قرار دی گئی ہے تاکہ آپ کو یونیورسٹی کی مشغولیت کا عذر نہ مل سکے۔ یہ ظاہر ہے کہ محفل میں آپ کا قصیدۂ امتیازی شان رکھتا ہے لہٰذا آپ کیونکر گوارا کریں گے کہ محفل میں پھیکا پن محسوس کیا جائے۔ تشریف لائیے معہ معرکتہ الآراء قصیدہ آیئے اور ماضی کے رنگ کو دوبالا کیجئے۔ امید ہے کہ آپ ضرور تشریف لاکر ہم لوگوں کو ممنون کریں گے۔ بچوں کو دعائیں۔ ابن حسن عفی عنہ''

جس وقت میں قصیدہ پڑھ رہا تھا تو جناب علی عباس صاحب حسینی (ناولسٹ) مرحوم نے ایک شعر پر فرمایا کہ ''اِن آنکھوں نے یہ تخیّل نہ کہیں دیکھی نہ ان کانوں نے کسی سے سنی۔'' لکھنؤ کے بہت قابل مرثیہ گو جناب شدید صاحب نے فرمایا کہ مرثیہ

اس تخئیل سے خالی ہے اور جناب مولانا سید محسن نواب صاحب مجتہد العصر طاب ثراہ نے محفل میں بھی بڑی تعریف کی اور بعد محفل فرمایا:

''مکثر موجد نہیں ہوتا، مگر آپ کا قصیدہ جتنا بڑھتا جاتا تھا اتنا ہی بلندی آتی جاتی تھی''۔

میں جب ہندو یونیورسٹی بنارس میں مستقل ہوگیا تو یہاں آکر پی ایچ ڈی کی چارسوساٹھ صفحات پر مشتمل کتاب تیار کر کے داخل کی جس کا عنوان ''عہد عباسی میں علم کلام کا ارتقاء'' ہے۔ اس کی زبان انگریزی ہے۔ ۱۹۵۰ء سے ۱۹۵۷ء تک اتر پردیش کے گورنمنٹ کالجوں میں مدرس رہا اور ۱۹۵۷ء میں بنارس ہندو یونیورسٹی میں لکچرر ہوا۔ ترقی کر کے پروفیسر ہوگیا اور ۱۹۸۴ء میں ریٹائر ہوگیا۔ اُسی عرصہ میں یونیورسٹی کے مندوب کی حیثیت سے اسلامک اسٹڈیز کانفرنسوں میں شرکت کرتا رہا اور اپنے مضامین پڑھتا رہا جو اعظم گڑھ، لکھنؤ، جامعہ نگر، دلی، بھوپال، علی گڑھ وغیرہ میں منعقد ہوتی رہیں۔ ۱۹۸۲ء میں نیشنل یونیورسٹی کینبرا آسٹریلیا میں اپنا مقالہ ''حصول تفسیر قرآن'' پر اور دوسری قرآنی کانفرنس تغلق آباد (دلی) میں ''غیر محرف قرآن مجید'' پڑھا جو انگریزی میں تھے کتابی صورت میں طبع ہوکر شایع ہو چکے ہیں۔ حقیر نے آسٹریلیا، ہانگ کانگ، بنگلہ دیش، امریکہ، ایران، عراق اور کویت کے سفر بھی کئے جو دینی علوم سے متعلق تھے اور بیت اللہ و مدینہ منورہ کا سفر بھی حج کے سلسلہ میں کیا۔ پاکستان کے اجتماعات علمیہ و دینیہ میں شرکت بھی کی اور تقریریں بھی کیں، دمشق (شام) میں نویں صدی ہجری کے عرب مورخ ابن عساکر پر مقالہ بھی عربی میں پڑھا۔ بھوپال کی اسلامک اسٹڈیز کانفرنس میں سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفیؐ کے قلم سے تحریر کی موافقت میں قرآن و تاریخ سے اثبات میں ابوالحسن علی سرپرست ندوہ سے مناظرہ بھی کیا اور ان کی کتاب ''دو متضاد سنی و شیعہ تصویریں'' کی رد مفصل کتاب کی صورت میں لکھ کر طبع

کرادیں۔ ۱۹۷۔۔۔ء میں حضرت ابوطالب علیہ السلام کی حیات اور اُن کے کارناموں پر

تحقیقی کتاب لکھی جس کا نام ''فیضان ابوطالب'' ہے۔ جناب ابوطالبؑ کے...... سبھی

اشعار معہ اردو ترجمے جمع کردئے ہیں۔ علامہ نونہروی نے میرے اردو ترجموں کو بہت

سراہا تھا۔ آجکل انگریزی زبان میں عنوان خلافت پر ایک جامع کتاب ''اجماع'' کی

رد میں لکھ کر طبع کے لئے دے چکا ہوں۔

القصہ آغاز میں اصلاب وارحام کی عصمت وطہارت کی برکت انجام میں

آباواجداد کے نفوس کی بلندی ورفعت، والدین کی نجابت واعلیٰ تربیت، گھریلو ماحول

کی حیثیت، حقیقی بھائیوں اور بہنوئیوں کی علمیت ودینی مشغولیت وسیرت کی طبیعت

اخلاقی شہرت اور احباب کی پاکیزہ مصاحبت صحیفۂ زندگی کی وہ عبارت ہے جو مرتے

دم تک نہ مٹنے والی ہے نہ کسی بدنیت کی عداوت مٹا سکتی ہے۔

آخر میں مولانا سید محمد رضی طاب ثراہ کی تفسیر قرآن اور علم کلام پر ان کی

تحقیقات کا تذکرہ نہ کرنا بعید از دیانت ہے۔

۱۹۹۹ء میں بھارت کے راشٹر پتی جناب کے. آر نرائنن نے ''عربی کی

مسلّم قابلیت اور علمی شغف'' کے لئے نوازا (ایوارڈ عطا کیا۔

اسیر فیض ہوں میعاد قید لامعلوم

ہیں کن بہاروں کی گلکاریاں خدا معلوم

وماتوفیقی الّا اللہ

احقر الزمن سید بدر الحسن عابدی عفی عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم الانبیاء والمرسلین والصلوۃ والسلام علی اهل بیته الطیبین الطاهرین المعصومین.

دین و مذہب کی استواری واحکام شریعت مصطفوی کی پابندی حسن اخلاق اور سیرت طیبہ کے ساتھ بزرگوں کی یادآوری جنھوں نے محمد مصطفےٰؐ اوران کی ذریت طاہرہ کی دینی وشرعی محنت وریاضت کی حتی المقدور پاسداری کی ہے، اوراپنے آباء واجداد کی خدمات حق آگاہی وحق پرستی کو فراموش نہیں کرتے نہ ان ذوات مقدسہ کو بھلانے دیتے نہ خود بھولتے۔ دشمنان اللہ ورسولؐ نے شروع سے اُن اللہ والوں کوستایا جوآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر اعتبار سے سچے جانشین تھے اوران مقدس ہستیوں کے درپئے آزار ہوئے جن کا کام صرف اور صرف یہ تھا کہ دین اسلام کی حفاظت کریں اوراللہ ورسول کے بتائے ہوئے دین کو مٹنے نہ دیں اورآنے والے انسانی گروہ کونسلاً بعد نسل اوہام پرستی اور باطل کیشی سے روکیں اورعہد نبوی کے منافقین سے خود کو بری رکھ کے ان کی ابلیسی حرکتوں سے لوگوں کوآگاہ کرتے رہیں۔ اورائمۂ اہل بیتؑ کا فریضۂ منصبی یہ تھا جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو خلق کیا تھا کہ قرآن مجید کی مسلسل حفاظت بھی کرتے رہیں اوردین سرورکائناتؐ کو مٹنے نہ دیں۔ اپنی اسی وجۂ خلقت کے پیش نظر جس کو وہ بھرپور انجام دیتے رہے ہرایک امام وجانشین محمد مصطفےٰؐ کو شہادت کا جام اہل جور وستم وکفروشرک ونفاق کے پتلوں کے ہاتھوں نوش کرنا پڑا۔ ائمۂ اطہارؑ کے اصحاب اخیار نے بھی ہرایک امامؑ کے ساتھ ان کے مطیع وفرماں بردار رہ کر دین برحق

کی خدمتیں انجام دیں۔ امام موسیٰؑ اور ان کے اصحاب سب کی داستان غم روح فر
ہے۔ اصحاب کا قصور صرف یہ تھا کہ منافقوں سے دور رہے اور کبھی ظاہر بظاہر اور کبھی
پوشیدہ طور پر دین کبریا کو اپنے بعد آنے والوں کے حوالے کرتے رہے۔ غیبت اما
زمانہؑ میں اُنھیں نفوس قدسیہ نے اس ذمہ داری کو جاری رکھا اور حق و حقانیت کی
مخلصانہ خدمات کر کے اپنی زندگی کا اس کو ما حصل اور اصل مقصود سمجھتے تھے۔ و
بندگان حق جب تک زندہ رہے اپنی زبان اور اپنے قلم سے حق کو حق اور باطل کو باطل
ثابت کرتے رہے۔ نہ ان کو مال و دولت کی طمع و حرص تھی، نہ ان کو جان و مال کی تباہی
کا خیال تھا۔ نتیجہ باثمر تھا اور ان کی کوششیں خوش کام و خوش آئند ٹھہریں کہ دین اسلام
کی بقا کے ساتھ ساتھ شجرۂ طیبہ کے عناصر بڑھتے اور پھیلتے گئے۔ دشمنان اسلام یعنی
منافقین کو کھلتا رہا کہ آل محمدؐ اور ان کے چاہنے والے اہل مؤدت ہر طرف نظر آنے
لگے ہیں، جب کہ آئے دن ان کو بے گھر بھی کیا گیا اور پانی کی طرح ان کا خون بھی
بہایا گیا۔ الغرض مشیت ایزدی سے جنگ زرگری ہارتی چلی گئی۔ اسلام حقیقی کے ان
علم برداروں کا کمال نفس و کمال استقامت تھا کہ اللہ و رسول اللہؐ کے قائم کردہ و تعلیم
کردہ راستہ سے ہٹے بھی نہیں اور ائمہ اطہار علیہم السلام کے مدبرانہ سیرت و سیاست
پر مضبوطی سے چلتے بھی رہے اور لوگوں کو اپنے ساتھ لیتے بھی گئے۔ زرخیز زمین پر
باغ و بہار کے باعث بنے اور بنجر زمینوں پر آبیاری کر کے اسے بار آوری کے قابل
بھی بنایا، مختصر یہ کہ حضرت علیؑ نے مدینہ چھوڑ کر اسی لئے کوفہ کو بسایا اور علم کی بارہ دری
تیار کر دی اور امام حسینؑ نے جس طرح کربلا کو گلشن زار بنا دیا اور امام موسیٰ بن جعفر
نے اور ان کی ذریت طیبہ نے جس طرح عراق و ایران کو پُر رونق گلزار کہلانے کے
قابل کر دیا، اسی انداز اور اسی طریقۂ کار سے ان کے متبعین کرام علماء و فقہاء نے اپنے
اپنے مستقر کو دینی و علمی مراکز بنا دیا۔

القصہ علماء وفقہاء پیدا ہوتے گئے اور اپنی تصنیفات وتالیفات کے انبار لگا کر اور اپنے اپنے دور کے نام نہاد علماء وفقہاء کی رد میں مواد پر مواد قلم بند کر کے اپنی قوم کی آنے والی پیڑھیوں کو دینی وعلمی وحق بینی وحق آگاہی سے آراستہ کرنے کے ساتھ ساتھ جو زمینیں نرم تھیں ان کو بھی اپنے حلقہ میں جمع کرتے گئے۔ تیز قسم کے مادّی ہتھیاروں کو آنے والی نسلوں کے لیے فراہم کرنے کے بجائے دینی وروحانی اسلحوں کا مالک بنادیا۔

ہم نے مشاہدہ کیا ہے کہ ہندوستان میں جو علماء حق بیرونجات سے آئے بالخصوص ایران سے وہ بیشتر گنجان آبادیوں کو چھوڑ کر یا ان سے بچ کر دور دراز کے ان علاقوں میں جا کر آباد ہوگئے جو اوہام پرستوں سے مختصر تعداد میں بسی ہوئی تھیں۔ یہ بستیاں چھوٹی چھوٹی ندیوں کے کنارے واقع تھیں۔ وہیں امام باڑے اور مسجدیں بنوائیں اور عزاداری امام حسینؑ کو انجام دینے اور عبادت ایزدی میں آزادی سے مصروف ومشغول رہے۔ اہل مؤدت بالعلوم شر وفساد سے دور رہے کہ اگر جان کے خطروں کی وجہ سے اپنے مستقر کو چھوڑنا پڑے تو ہجرت کر کے وہاں سے چلے جائیں۔ ایسا بھی ہوا ہوگا کہ جو لوگ ہجرت نہ کر سکے ہوں گے انھوں نے اپنی اولاد کو پوشیدہ وصیتوں سے علی الاعلان اپنے دین ومذہب ظاہر کرنے سے روک دیا۔ اور سینہ بہ سینہ کچھ پیڑھیوں تک صحیح مذہب رہا بعد میں درمیان سے غائب ہوگیا۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ صورت حال ان لوگوں کے یہاں چلی جو کمزور طبیعتیں رکھتے تھے اور نامساعد حالات کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے، اور میرا تجزیہ تو یہ ہے کہ ایسا ان سادات کے لیے ہوا جنھوں نے عام مسلمانوں کے ظلم وتعدی کے پیش نظر اہل بیتؑ سے کھلم کھلا عقیدت ووابستگی ظاہر نہیں کی اور ان کے مسلک کو چھوڑ دیا اور دوسرے مسلک کی طرف لڑھک گئے۔ دیہی علاقوں میں شیعان اہلبیت علیھم السلام بکثرت آباد ہوئے، مسلم حکمرانوں کی ستم پروری اس کی متقاضی تھی۔ شہروں میں ان کے آباد ہونے اور وہاں اہل ایمان کی تعداد بڑھنے کا مدار حکمرانوں کے

صحیح الایمان ہونے اور کھل کر مذہب تشیع کا اعلان کرنے پر تھا۔ نیز مختلف علوم وفنون
میں صاحبان ایمان کی پختگی اور فنکاری میں کمال نے بھی ان کو درباروں میں نمایاں
کردیا اور قدردانی نے ان کو شہروں میں پھیلنے کا موقع دے دیا۔

اس سلسلہ کی کڑی ہندوستان میں حیدرآباد، لکھنؤ، فیض آباد، کانپور، کلکتہ
پٹنہ، الہ آباد، بنگلور وغیرہ میں شیعوں کی بڑھتی ہوئی آبادیاں ہیں، اور آزادانہ مذہبی
امور کے بجالانے کی روایت بھی۔ یہ ایک قدرتی نظام ہے جس کا سہرا کسی ایک کے سر
پر باندھنا خلاف احتیاط بھی ہے اور غیر صحت مندانہ بھی ہے۔

مسعود غازی وسادات حسینی

تاریخی شواہد کی بنا پر غازی پور کے کسی حصے میں ایک راجہ تھا جس کا نام من
دھاتا تھا۔ اس کے چار بیٹے تھے اور وہ مسلمان عورتوں کو بے عزت و بے آبرو کرنے کی
کوششیں کرتا تھا۔ عاجز آکر ایک مسلمان معظّمہ دلی گئیں اور محمد تغلق تک اپنی فریاد پہنچائی
۔ محمد تغلق نے اپنی فوج کے ایک سردار سید مسعود کو حکم دیا کہ وہ غازی پور جائیں اور
تدارک کریں۔ سید موصوف اپنے بیٹوں کو لے کر روانہ ہوگئے، اور کامیابی حاصل کی
جس میں راجہ اپنے بیٹوں سمیت خاتمہ کو پہنچا اور سید مسعود کو غازی کا لقب ملا اور ان کی
اولاد ضلع غازی پور میں بس گئی۔ چونکہ سید مسعود چوتھے امام جناب زین العابدینؑ کی
اولاد میں تھے۔ یعنی امام چہارم کے فرزند حسین اصغر کی نسل سے اس لیے اس نسل میں جو
لوگ ہیں وہ اپنے کو سادات عابدی الحسینی لکھتے ہیں۔ اور چونکہ جناب مسعود غازی ایران
کے شہر ترمذ سے آئے تھے اس لیے کچھ حضرات اپنے کو ترمذی بھی لکھتے رہے ہیں۔ جو
لوگ امام چہارم کے فرزند جناب زید شہید کی نسل سے ہیں وہ اپنے کو زیدی لکھتے ہیں اور
زیدی بزرگوار ایران سے شہر واسط سے آئے ان کی اولاد اپنے کو واسطی بھی لکھتی ہے۔

زید شہید بلند مرتبہ بزرگ تھے اور امام زادے بھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سید مسعود کی اولاد میں کوئی بزرگ غازی پور شہر سے چار میل کے فاصلہ پر ایک چھوٹی سی ندی جس کا نام بیسوندی ہے اس کے کنارے پر آباد ہو گئے تھے اور اس کی آبادی کو جو چھوٹے سے گاؤں پر مشتمل ہے دیوکٹھیا کہتے ہیں اور جس سے بالکل ہی متصل زنگی پور کی بستی ہے۔ یہاں کے سادات بھی اپنے کو حسینی لکھتے ہیں۔ راقم الحروف کے سبھی بزرگ سید مسعود غازی کی اولاد ہیں یا ان کے دوسرے بھائی بند ہیں جو اوپر سے ہم نسل ہیں۔ ہمارے فیض آبادی جد اعلیٰ کا اسم گرامی مولانا سید عبدالعلی صاحب طاب ثراہ تھا ،ان کے والد صاحب کا اسم گرامی سید تاج علی تھا جو سید مسعود کی اولاد میں تھے۔ ان کا وطن دیوکٹھیا تھا جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ زنگی پور کے ایک عالم جید جناب مولانا سید محمد لطیف صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ نے ''الاموات والاحیاء گوہر منثور فی فخر زنگی پور'' تالیف کی ہے جو پٹنہ سے ۱۳۲۴ھ میں طبع ہوئی ہے اس میں موصوف مرحوم نے تحریر فرمایا ہے:

ہمارے جد اعلیٰ مولانا سید عبدالعلی صاحب طاب ثراہ

جناب مولانا سید عبدالعلی صاحب ساکن موضع دیوکٹھیا (یہ بستی زنگی پور سے ملی ہوئی دکھن جانب بیسوندی کے کنارے پر واقع ہے گویا جزو زنگی پور ہے) بہت بڑے متبحر عالم تھے ۱۱۶۲ھ میں متولد ہوئے اور ۱۱۸۳ھ میں شہر فیض آباد تحصیل علم کی غرض سے تشریف لے گئے۔ وہاں فقیہ کامل ملا محمد علی پاشا کشمیری سے تمام وکمال درسی اور فیضی علوم حاصل فرما کر اجتہاد کی ڈگری حاصل کی اور جناب آقا محمد باقر اصفہانی الھسائی الحائری الکربلائی کی اجازت سے ۱۲۰۰ھ میں فیض آباد کی نماز جمعہ و جماعت آپ کے متعلق ہوئی۔ چونکہ لکھنؤ میں جناب السید دلدار علی صاحب نصیر

آبادی مقیم جمعہ و جماعت تھے اس وجہ سے نواب آصف الدولہ صاحب مرحوم نے آپ کو فیض آباد کی جمعہ و جماعت سپرد کی اور اس کار خیر کے صلہ میں نواب صاحب مرحوم نے سات ہزار روپیہ سالانہ کی جائداد معافی عطا فرمائی جواب تک آپ کے پوتے (سید علی صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ) کے بیٹے مولوی محمد حسین فیض آبادی کے اہتمام میں ہے مگر وراثتاً تمام ورثاء کو مولانا کے حصہ رسدی ملتا ہے، جب سے مولانا کے متعلق فیض آباد کی جمعہ و جماعت ہوئی برابر فیض آباد ہی میں مقیم رہے مگر اصل وطن دیوکٹھیا کو ترک نہیں فرمایا بلکہ اکثر تشریف لاتے اور اپنی زیارت سے اہل وطن کو سرفراز فرماتے۔ آپ کی اولوالعزمی کی نشانی ایک عالی شان قابل دید جامع مسجد دیوکٹھیا میں اب تک موجود ہے جو ۱۲۲۲ھ میں تیار ہوئی ۱۲۳۳ھ میں ایک لائق و مجتہد فرزند جناب مولوی سید محمد صاحب کو چھوڑ کر فردوس بریں کی راہ لی ۔آپ کے بعد آپ کے لائق فرزند جناب سید محمد صاحب مغفور نے مسند اجتہاد کو مزین فرمایا''۔

سید مسعود ترمذ (ایران) کے باشندے تھے ان کا مزار شہر غازی پور میں اب بھی مرجع خلائق ہے اور لوگوں کی منتیں وہاں دعا کرنے سے بر آتی ہیں۔ بڑے بہادر بھی تھے اور شرع و شریعت کے بڑے پابند بھی، اس کے ساتھ بڑے عبادت گذار بھی۔ ان کی اولاد کو سلطنت دلی کی طرف سے اس کارنامہ کے عوض میں جو سید مسعود نے انجام دیا تھا جائیدادیں بسنے کے لئے دی گئیں اور ضلع غازی پور مختلف دیہی علاقے میں پھیل گیا، مثلاً گنگولی، نونہرہ، پارہ، دیوکٹھیا، ہونڈرہی، محمد آباد گہنہ، (ضلع اعظم گڈھ) جو اب ضلع مئو میں شامل ہے، وغیرہ۔

ملا علی پاشا اعلی اللہ مقامہ

ملا علی پاشا کشمیری تھے بہت ہی جید عالم وفقیہ بھی اور شہر فیض آباد کے امام جماعت بھی۔ مولانا سید عبدالعلی صاحب طاب ثراہ نے ان کی علمی لیاقت کی شہرت سن کر شہر فیض آباد جاکر ان سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ اپنے شاگرد کو علوم دینیہ سے مزین کر دیا اور اپنے شاگرد کے تقدس اور تورع سے بہت متاثر ہوتے رہے اس کی طباعی اور ذہانت دیکھ کر میلان بڑھتا گیا۔ خود بھی انھوں نے یعنی ملا محمد علی پاشا نے بوجہ علم و عرفان نوابین اودھ کی نگاہوں میں بڑی عزت ووقار ووقعت حاصل کر لی تھی۔ انھیں کی سفارش سے شہر فیض آباد کی امام جمعہ و جماعت کی خدمت جناب مولانا سید عبدالعلی صاحب طاب ثراہ کے سپرد کی گئی اور ان کو دیوکٹھیا سے طلب کیا گیا۔ ۱۲۰۰ھ میں بطور پیش نماز فیض آباد میں تشریف لائے۔ اسی دوران لکھنو کی امامت جمعہ و جماعت کے لئے مولانا سید دلدار علی صاحب مشہور بہ غفرآنماب طاب ثراہ کو جو عراق سے درجۂ اجتہاد حاصل کر کے واپس ہوئے تھے مقرر کیا گیا۔ مولانا غفرانماب نصیر آباد جائس ضلع رائے بریلی کے باشندے تھے۔

لچھمی نرائن جو میر منشی تھے ان کی کتاب جو فارسی زبان میں ہے ایک ادبی کتاب ہے بہت دنوں تک بلند پایہ ادبی کارنامہ ہونے کے باعث الہ آباد کے درجۂ کامل میں شامل رہی۔ اس کتاب میں ملا محمد علی پاشا اعلی اللہ مقامہ کے اشعار فارسی جو مولانا عبدالعلی طاب ثراہ اور جناب غفرآنماب کی مدح میں لچھمی نرائن نے نقل کئے ہیں اور اپنے رقعات میں لچھمی نرائن نے مولانا سید عبدالعلی طاب ثراہ کے علمی وروحانی نیز تقدس و ورع کا گراں بہا الفاظ میں ذکر کیا ہے وہ اشعار مدح جو ملا علی پاشا نے نظم فرمائے تھے وہ ”در جواب خط سفارش حسن رضا خاں در مقدمہ میر عبدالعلی صاحب پیش

نمازمی نویسد"

فقیہ زماں میر عبدالعلی	خجستہ شیم ہادیٔ اہل داد
مروج شدہ دین ختم رسل	از آن مقبل خاص رب عباد
باوج آمدہ مذہب جعفری	بہ تعلیم آں اہل فیض و رشاد
علوم و فیوضات وفضل وکمال	گرفتہ از او رونق از دیاد
با خلاق وتقویٰ بود بے عدیل	باحکام دیں صاحب اجتہاد
بامر امامت برائی نماز	بود عابد و واثق للعباد
مباہات از و فرقۂ شیعہ را	زمانہ نیاورد مثلش بیاد

اردو ترجمہ

فقیہ زمانہ ہیں میر عبدالعلی (صاحب) عمدہ اطوار اور اہل ولا کے ہادی ہیں انھوں نے دین ختم المرسلین کو رائج کیا اور رب العالمین نے ان کی کوششوں کو شرف قبولیت بخشا، مذہب جعفری (یعنی امام جعفر صادقؑ کے تعلیم کردہ دین شریعت کو) بلند منزل پر پہنچایا اپنی ہدایات اور پاکیزہ تعلیم سے ان کے علوم وفیوضات اور ان کے فضل وکمال سے بڑی رونق پیدا ہوئی اور وہ صاحب اخلاق حمیدہ، صاحب تقویٰ، اور بے مثل عالم ہیں جو دینی احکام کے وہ صاحب اجتہاد ہیں ان پر بندگان خدا کو وثوق حاصل ہے کہ وہ امامت نماز انجام دیتے ہیں، اللہ کے عبادت گذار بندے ہیں اور ان پر فرقہ شیعہ کو ناز ہے اور ان کا جیسا زمانہ نے پیدا نہیں کیا۔

مولانا سید عبدالعلی صاحب طاب ثراہ کے لکھنو جانے کا کوئی تذکرہ کسی نے بھی نہیں تحریر کیا اور نہ مولانا دلدار علی صاحب طاب ثراہ سے کسی کتاب کے پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔ ہمارے نزدیک وہ تمام بنیادی ومتداول کتب جو فقہیات سے متعلق تھیں جناب عبدالعلی صاحب نے اپنے وطن دیوکٹھیا سے آکر فیض آباد میں جناب ملاعلی پا

سے پڑھ لی تھیں، اور جیسا کہ علماء کے تذکروں سے پتہ چلتا ہے ملا علی پاشا کشمیری اپنے شاگرد کے علمی سرمایہ سے بے حد متاثر تھے اور ان کے تقدس کی وجہ سے ان کے گرویدہ بھی تھے۔ میں اسے تسلیم کرسکتا ہوں کہ مولانا سید عبدالعلی صاحب نے بھی جناب مولانا سید دلدار علی صاحب طاب ثراہ کو خطوط لکھے ہوں اور اس وقت کے مرجع تقلید آقائی سید باقر بہبہانی کے فتوے بعض فقہی مسائل میں معلوم کیے ہوں۔ اس لیے کہ مولانا سید دلدار علی صاحب تازہ بہ تازہ نجف اشرف سے تحصیل علوم کر کے آئے ہوئے تھے۔ جہاں تک سند اجتہاد کا تعلق ہے وہ براہ راست مولانا عبدالعلی صاحب نے آقائی بہبہانی سے حاصل کیا، کسی دوسرے ذریعے کا ذکر کسی تذکرہ میں نہیں موجود ہے۔ اور یہی صورت ان کے صاحب زادہ مولانا سید محمد صاحب کے لیے سمجھنا چاہئے۔ کہ نہ وہ لکھنؤ کبھی گئے، نہ مولانا سید دلدار علی کے آگے زانوئے ادب تہہ کیا۔ ملا علی پاشا خود بہت بڑے علوم متداولہ کے استاد تھے کہ ان کی شہرت علمیہ دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ حتیٰ کہ مولانا سید عبدالعلی صاحب تقریباً ڈھائی سو کلومیٹر دوری پر واقع غازی پور کے ایک دیہات دیوکٹھیا سے فیض آباد پہنچے اور وہاں ملا علی پاشا سے اکتساب علوم کیا، یہ بھی ہم کو کسی تذکرہ میں نہیں ملا کہ جناب غفران مآب نے فیض آباد میں آکر قیام کیا ہو۔ رہا علم وفضل کی قدر دانی چاہے مولانا عبدالعلی صاحب یا مولانا سید محمد ابن عبدالعلی صاحب یا ملا علی پاشا سب نے جناب غفران مآب کی تعریف وتوصیف کی۔ وہ جہاں مولانا سید دلدار صاحب کی جلالت علمیہ کی قدر دانی کے تحت تھی تو ان حضرات کی بلند نفسی بھی تھی اور آنے والے صاحبان علم کے لیے سبق آموز سیرت تھی کہ عالم کو عالم سے حسد نہ ہونا چاہیے، بلکہ ایک دوسرے کی قدر کرنی چاہیے۔ یہ چیز ایسے ویسے رفتہ رفتہ ہندوستان سے غائب ہوگئی ہے کہ جیسا کہ مولانا محمد لطیف صاحب طاب ثراہ نے مولانا سید علی صاحب کے ذکر میں گوہر منثور میں لکھا ہے کہ

مولانا سید محمد لطیف صاحب کے دور تک علم وعمل کی کمی وکساد بازاری کی وجہ سے علماء
باہمی رشک وحسد میں پڑ گئے ہیں۔ اپنے دور میں بھی ہوش سنبھالنے کے بعد سے
دیکھتے چلے آرہے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض بے بضاعت خورد اپنے بزرگوں کے
مقابلہ میں تفوق کے پھیر میں پڑ گئے ہیں اللہ اس مایوس کن حرکت سے صاحبان دین
وایمان کو محفوظ رکھے۔ بغیر تحقیق کے استادی اور شاگردی کو تفوق و برتری دکھانے
کے لیے قلم نہیں چلانا چاہیے۔ اگر جناب غفران مآب نے خود یا مولانا عبدالعلی
صاحب نے بھی بذات خود اس کا اظہار یا اشارہ کیا ہوتا تو ہم کو اسے سند سمجھنا چاہیے
تھا۔ ہم نے تو مولانا سید ہارون صاحب زنگی پوری طاب ثراہ کے لاہور سے شائع
ہونے والے رسالہ میں یہ بیان پڑھا ہے کہ جناب سید عبدالعلی صاحب طاب ثراہ
جناب دلدار علی صاحب طاب ثراہ کے ہم عصر تھے۔

مولانا عبدالعلی صاحب کی مصروفیت کو دیکھیے تو معلوم ہوگا کہ وہ بھی برابر
اپنے قریبی رشتہ داروں اور اپنے ذاتی معاملات اور تعمیر مسجد کے سلسلہ میں برابر
اپنے وطن دیوکٹھیا اور زنگی پور فیض آباد سے آتے جاتے رہے اور کبھی ان کو نہ
بھولے اور یہی ان کے بیٹے جناب سید محمد صاحب طاب ثراہ اور جناب سید علی
صاحب طاب ثراہ کرتے تھے۔ اور حکومت اودھ کی طرف سے وہ حضرات تزک و
احترام کے ساتھ اور اہل کاروں کی حفاظت کے ساتھ وطن آتے تھے۔ دیوکٹھیا کی
مسجد ۱۲۲۲ھ میں تیار ہوئی۔ مولانا سید عبدالعلی صاحب طاب ثراہ نے ۱۲۳۳ھ میں
انتقال فرمایا اور اسی سال جناب بہو صاحبہ مرحومہ نے بھی رحلت کی۔ (تذکرہ بے
بہا) صفحہ ۱۵۲ کے مطابق نواب آصف الدولہ نواب اودھ نے حسب ذیل تاریخ
وفات نظم فرمائی:

آمد زفیض آباد در قصر جناں   آں ذو المفاخر متقی آل نبی

گفتند تاریخ در دوش قدسیاں جنت مکان و مجتہد عبدالعلی

جیسا کہ ہم گوہر منثور کی عبارت متعلق بہ مولانا عبدالعلی صاحب طاب ثراہ لکھ چکے ہیں اجازۂ اجتہاد جناب آقائی محمد باقر اصفہانی الحائری الکربلائی سے حاصل ہوا تھا۔ مولانا سید عبدالعلی صاحب ۱۱۸۳ھ میں امام جمعہ و جماعت کی حیثیت سے تشریف لے گئے تھے تاکہ اس زمانہ کے عالم جید مجموعۂ علوم متداولہ و عالم اصول فروع جناب ملا محمد علی پاشا صاحب طاب ثراہ سے اکتساب علوم دینیہ کریں اور ۱۲۰۰ھ میں فیض آباد کی امامت جمعہ و جماعت ان کے سپرد ہوئی۔

اخبار اثنا عشری دہلوی مورخہ ۲۳؍ نومبر ۱۹۱۲ء میں جناب مولانا سید ہارون صاحب طاب ثراہ زنگی پوری کے حوالے سے لکھا ہے کہ مولانا عبدالعلی صاحب اعیان علماء وکملاء معاصرین جناب غفران مآب اعلی اللہ مقامہ سے ہیں۔ عالی جناب حضرت رفیع المرتبت سلالۂ احفاد رسولؐ و خلاصۂ اولاد بتولؑ نوبادۂ حدیقۂ سعادت و سروری شمشاد گلستان دین داری اور دین پروری در درج تقدس و کمال بدر برج رفعت و جلال غرۂ ناصیۂ عبادت و نقاوت قرہ باصرہ زہادت و کرامت السید الحبیب اللبیب وسند الاریب الادیب والعالم العامل والورع الکامل الاعبد الازہد سید عبدالعلی کے اعاظم اتقیاء دیندار اور اکابر کملائے شعار میں سے ہیں، کہ اس زمانہ میں امام جمعہ و جماعت بلدۂ طیبہ فیض آباد میں ہیں کہ حرارت دین و رفقاء شرع سید المرسلینؐ میں یگانہ و یکتائے دوراں ہیں"۔ آئینہ حق نما میں ہے کہ مسائل فقہیہ میں آپ کو جناب غفران مآب علیہ الرحمہ سے تلمذ تھا اور عشق حسینی کا یہ حال تھا کہ محرم کا چاند دیکھا اور رقت طاری ہوئی، اور ہر وقت مصائب سید الشہداء سے شغل رہتا تھا، کھانا پینا حجرہ سے باہر آنا کم ہوجاتا تھا اور آپ کے فرزند مولوی سید کلب علی جناب غفران مآب سے تحصیل علوم فقیہہ کر کے فیض آباد تشریف لے گئے اور بہت جلد انتقال فرمایا۔ آپ بحیثیت جامع کمال کے بے نظیر تھے۔ (آئینۂ حق نما ص ۲۱۳)

اگرچہ ہم نے آئینہ حق نما سے مذکورہ بالا حالات مولانا سید عبدالعلی صاحب طاب ثراہ کے اوپر درج کیے ہیں مگر اس امر کا کوئی ذکر یا اشارہ مولانا محمد لطیف صاحب طاب ثراہ کی ''گوہر منثور'' میں نہیں ہے کہ سید عبدالعلی صاحب نے غفرانمآب سے کسب علم کیا اور چوں کہ مولانا سید محمد باقر صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ زنگی پوری تھے اور مولانا سید محمد داؤد صاحب طاب ثراہ کی دادی کے سگے بھائی تھے اور زنگی پور کے چار جید عالموں کے استاد مولانا سید محمد صاحب مجتہد تھے جو مولانا سید عبدالعلی صاحب طاب ثراہ کے فرزند تھے، اس لیے مولانا ہارون صاحب زنگی پوری طاب ثراہ کو اس کا علم ضرور ہوگا کہ مولانا عبدالعلی صاحب جناب غفران مآب کے شاگردوں میں سے تھے۔ جب کہ مولانا سید عبدالعلی صاحب طاب ثراہ تقریباً پانچ سال یا کم از کم چار سال جناب غفران مآب سے سن میں بڑے تھے۔ اس لیے کہ مولانا سید عبدالعلی صاحب ۱۱۶۲ھ میں یعنی ۱۷۴۹ء میں پیدا ہوئے۔ اور جناب مولانا سید مرتضیٰ حسین صاحب صدر الافاضل اپنی کتاب ''مطلع الانوار' مطبوعہ لاہور ص ۳۱۰ میں مولانا عبدالعلی دیوکٹھوی کے حالات میں تحریر کرتے ہیں کہ ابتدائی تعلیم کے بعد ۱۱۸۳ھ میں فیض آباد آئے جہاں ملا محمد علی پاشا کشمیری سے تکمیل کی۔ جناب آقا محمد باقر اصفہانی حائری کے اجازے کی بنا پر ۱۲۰۰ھ میں امامت جمعہ و جماعت فیض آباد سپرد ہوئی۔ اور موصوف نے اپنے وطن میں ایک قابل دید مسجد تعمیر کرائی تھی۔ اس کتاب میں یہ بھی ہے کہ ان کو جناب غفران مآب سے تلمذ تھا اسی بنا پر مولوی چودھری سبط محمد صاحب نے اپنی کتاب امجد علی شاہ میں صفحہ ۴۴ پر مولانا عبدالعلی صاحب دیوکٹھوی (۱۱۶۲-۱۲۴۳ھ) کو جناب غفران مآب کا شاگرد تحریر کیا ہے اور لکھا ہے: ''مولانا عبدالعلی صاحب ملا پاشا کشمیری کے بھی شاگرد تھے''۔ چودھری سبط محمد صاحب نے ''بھی'' کے لفظ سے ایک مفہوم یہ پیدا کر دیا ہے کہ اصلاً مولانا عبدالعلی صاحب شاگرد تھے غفران مآب علیہ الرحمہ کے اور ملا پاشا کشمیری

کے ضمناً شاگرد تھے۔ چودھری صاحب موصوف کو معلوم ہوتا ہے کہ ملا پاشا کشمیری کی علمی قابلیت ودینی وشرعی علوم پر عبور کا قطعاً علم نہیں ہے۔ مولانا عبدالعلی صاحب تکملۂ علوم دینیہ وشرعیہ کے لیے خاص طور سے صرف فیض آباد تشریف لائے اور انھیں سے تکملۂ علوم حاصل کیا۔ اور وطن واپس آ گئے۔ پھر ملا پاشا رحمۃ اللہ کی سفارش پر فیض آباد شہر کے امام جمعہ و جماعت مقرر ہوئے جس وقت تحصیل علوم کے لیے ملا کشمیری صاحب کے پاس آئے تھے اس وقت ان کی عمر ۲۱ رسال کی تھی اور جناب غفران مآب مشکل سے ۱۷ رسال کے تھے، اور عراق (نجف) بغرض اجتہاد گئے ہی نہیں تھے۔ مولانا سید مرتضیٰ حسین صاحب مرحوم نے ''مطلع انوار'' میں صفحہ ۲۲۲ پر تحریر فرمایا ہے کہ ''مولانا (غفران مآب) کی لکھنؤ آمد کا ۱۱۹۴ھ بتایا جاتا ہے۔ سفر اور قیام عراق کا زمانہ متعین کرنے کے لیے کسی سوانح نگار نے کچھ نہیں لکھا۔ چوں کہ اجازات علماء اسی زمانے میں چھپ گئے تھے، اس لیے اگر وہ دستاویز مل جاتے تو سفر عراق کے بہت سے نکات سامنے آ جائیں''۔ لہذا جناب مولانا سید عبدالعلی صاحب کی عمر شریف ۱۱۹۴ھ میں ۳۲ سال کی تھی۔ اور مولانا سید مرتضیٰ حسین صاحب مرحوم کی اوپر کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب غفران مآب کی لکھنؤ میں آمد کو صحیح طور پر متعین نہیں کیا جا سکتا۔ قابل توجہ یہ امر ہے کہ غفران مآب طاب ثراہ نے آقائی مجدد اکبر آیۃ اللہ بہبہانی سے کسب فیض کیا اور جناب عبدالعلی صاحب طاب ثراہ کو بھی اجازہ اجتہاد دیا، جس کا میں شروع میں ذکر کر چکا ہوں (ملاحظہ ہو مولانا سید محمد لطیف صاحب کا بیان جوان کی تالیف گوہر منثور سے ماخوذ ہے)

اخبار اثنا عشری دہلی مورخہ ۲۳ رنومبر ۱۹۱۲ء میں مولانا سید ہارون صاحب طاب ثراہ (زنگی پور) کے بیان کے مطابق جس کو ہم اوپر نقل کر چکے ہیں مولانا عبدالعلی صاحب طاب ثراہ جناب غفران مآب کے معاصر تھے، نہ کہ شاگرد۔ مولانا عبدالعلی

صاحب کے جو القاب اخبار اثنا عشری سے ہم نقل کر چکے ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ
جناب مولانا عبد العلی صاحب بذات خود ایک جید عالم و مجتہد تھے اور بڑے مقدس
روحانی بزرگوار تھے۔ چوں کہ بعض تذکرہ نگاروں نے مولانا سید عبد العلی صاحب اعلیٰ
اللہ مقامہ کے ایک صاحب زادہ کو جن کا اسم گرامی سید کلب علی صاحب مغفور ہے
حضرت غفران مآب کا شاگرد لکھ دیا ہے اس لیے جناب غفران مآب سے عقیدت
رکھنے والوں نے مولانا عبد العلی صاحب نور اللہ مرقدہ کو بھی شاگرد غفران مآب لکھ دیا
اسی طرح جیسے مولانا سید مرتضیٰ حسین صاحب مرحوم نے ''مطلع انوار'' ص ۳۱۱
جناب غفران مآب کے شاگردوں کی فہرست میں مولانا سید محمد صاحب طاب ثراہ ابن
جناب عبد العلی صاحب طاب ثراہ کو شامل کر لیا جب کہ مولانا سید محمد صاحب نے تکمیل
علوم اپنے والد مرحوم سے کی نہ وہ لکھنؤ گئے نہ کسی نے شاگردان غفران مآب میں ان
نام لیا ہے۔ مثل مشہور ہے کہ گھر والے گھر کی بات زیادہ جانتے ہیں۔ لہذا میرے
بھائی آیت اللہ سید وصی محمد صاحب طاب ثراہ اور مولانا سید نجم الحسن صاحب مرحوم
و مغفور، میرے والد ماجد، اور میری والدہ مرحومہ جو ہر طرف کے حسب نسب کو مجھ سے
بیان فرمایا کرتی تھیں اور پڑھی لکھی معظّمہ تھیں۔ جناب مولانا سید علی احمد صاحب پیش
نماز شہر فیض آباد اعلیٰ اللہ مقامہ خال المعظم مولانا سید فقیر حسین صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ
میرے ماموں سید سجاد صاحب مرحوم وغیرہ پورے خاندان کے سو سال کی عمر پانے
والے ماموں سید ابو محمد صاحب مرحوم وغیرہ میں کسی نے کبھی یہ ذکر نہیں کیا کہ مولانا
عبد العلی صاحب یا ان کے جانشینوں میں کسی نے جناب غفران مآب کی شاگردی
اختیار کی۔ اگر عراق سے آئے تازہ بہ تازہ عالم علوم اہل بیتؑ سے کوئی مقامی صاحب
علم مرجع عالم کا کسی مسئلہ میں فتویٰ پوچھ لے تو اس کا نام شاگردی نہیں ہے۔ باقاعدہ
زانوئے ادب تہہ کر کے کتب متداولہ پڑھنا شاگردی کے مفہوم و مطلب پر محتوی

ہے۔ اور مولانا عبدالعلی صاحب طاب ثراہ نہ کبھی لکھنؤ گئے نہ کبھی جائس (ضلع رائے بریلی) اگر کسی موقع پر جناب غفران مآب فیض آباد آئے ہوں تو مولانا عبدالعلی صاحب سے ملاقات ہوئی ہوگی۔ جناب غفران مآب کی شخصیت اتنی بلند تھی کہ کسی کے شاگرد ہونے سے ان کے درجہ میں بلندی نہیں آسکتی۔ مستطیع افراد کو دوسرے صاحبان قلم کے اقوال یا تحریروں پر بھروسہ کرنا نہیں چاہیے۔ بلکہ از خود امکانات پر نظر رکھنی چاہئے۔

ملا محمد پاشا کشمیری خود بھی بڑے لائق فائق عالم جید تھے کہ ان کی شہرت فیض آباد سے غازی پور اور اس کے دیہی علاقوں تک پھیلی ہوئی تھی۔ اور اس پر تمام تذکرہ نگاروں کا اتفاق ہے کہ مولانا عبدالعلی صاحب طاب ثراہ صرف ملا علی پاشا سے تلمذ کرنے کے لیے دیوکٹھیا سے فیض آباد کے دور دراز شہر میں غربت کی زندگی بسر کرنے اور علم حاصل کرنے کے لیے تشریف لے گئے تھے اور صرف انھیں سے تکمیل علوم کر کے واپس آئے اور صرف انھیں کی سفارش پر دیوکٹھیا سے طلب کیے گئے اور فیض آباد کے امام جمعہ و جماعت بنائے گئے۔ اور نماز جمعہ فیض آباد میں پہلے ان کی کوشش سے شروع ہوئی۔ ملا علی پاشا مرحوم نے نماز جمعہ کی اہمیت پر ایک رسالہ بھی تحریر فرمایا تھا ، یہ ان کی وسعت قلبی تھی کہ انھوں نے اپنے شاگرد کی خوبیوں اور صفات حمیدہ پر اشعار نظم کیے اور اسی کے ساتھ رقعات لچھمی نرائن کے مطابق جناب غفران مآب کی شان میں بھی اشعار فارسی میں نظم کیے ہیں۔

محمد علی پاشا اعلیٰ اللہ مقامہ کو اجازۂ پیش نمازی از خود دیا تھا، جو بصورت نظم تذکرۃ العلماء میں منقول ہے۔ (یہ قلمی نسخہ بابو علی حسین خاں صاحب مرحوم رئیس شہر فیض آباد میں موجود تھا) پھر وثیقہ اسکول کی لائبریری میں منتقل ہو گیا۔ اس کے مؤلف ملا مہدی صاحب مرحوم ابن مولانا سید نجف علی صاحب رضوی مجتہد

ہیں۔اس تذکرہ کو مؤلف نے ۱۲۸۵ھ ۲ جمادی الاولیٰ بروز دوشنبہ مکمل کیا تھا
اس میں یہ منظوم اجازۂ ملا پاشا برائے مولانا سید عبدالعلی صاحب طاب ثر
منقول ہے:

منور سینہ اش زاسرار عرفاں — منور چہرہ اش زانوار ایماں
زبس در علم خود گروید عامل — نہ باشد از خدا یک لحظہ غافل
رود آن سید محبوب درگاہ — براہ درس بربال ملک راہ
نہ باشد طبع او مائل بہ عصیاں — بر اوقاتش ندارد راہ شیطاں

فیض آباد گزٹ ۱۹۷۵ء میں Vol XL11 صفحات ۱۴۲، ۱۴۳ پر ہے ا
۱۹۶۰ء کے ضمیمہ میں صفحہ ۲۱۶ میں بھی ہے کہ

(۱) مولانا علی پاشا مولانا سید عبدالعلی کے استاد تھے۔

(۲) ۱۱۸۳ھ میں فیض آباد تحصیل علم کے لیے مولانا عبدالعلی صاحب فیض
آباد تشریف لائے۔

(۳) ۱۲۰۰ھ میں وطن (دیوکٹھیا، ضلع غازی پور) سے فیض آباد پیش نماز
کی خدمت پر معین کیے گئے۔

(۴) گزٹ میں مولانا ملا پاشا کشمیری کے اشعار اجازہ بھی مرقوم ہیں۔

(۵) ملا علی پاشا کا انتقال ۱۲۲۴ھ یعنی ۱۸۰۹ء میں ہوا۔

ملا علی پاشا فیض آباد میں مقیم تھے۔اور اپنی علمی شخصیت کی بلندی وشہرت
باعث مرجعیت رکھتے تھے (نجوم السماء ص ۴۷)

"ملا علی پاشا کے زہد وتقویٰ اور علم وعمل کا ہر شخص قائل تھا۔کشمیری امرا
سلطنت سے نوابین اودھ چوں کہ سابقہ مراسم بھی رکھتے تھے اسی واسطے سے بھی ملا
کا احترام کرتے تھے اور ان کا حکم مانتے تھے۔(تاریخ آئینۂ حق نما) میں مؤلف

ان کے القاب واوصاف میں لکھا ہے قدوۃ الافاضل فخر العلماء والاماثل مقبول بارگاہ الہ محمد علی الملقب بہ بادشاہ"۔

سبیکۃ الذهب و معیار الادب (بہ زبان عربی) مولفہ سید علی اکبر مطبوعہ اثنا عشری پریس لکھنؤ میں ۱۳۰۹ھ میں ہے۔

"ملا علی بادشاہ الکشمیری کان جامعاً بین الدنیا والدین یدرس العلوم من المنطوق والمرسوم ویشیع مسائل الحلال والحرام ویرشد الانام باصول الدین وفروعه فی اللیالی والایام .شاغلا بترویج الاحکام الشرعیه وتدرس المسائل الاصلیة والفرعیه (سبیکۃ الذهب ص۵۹)

ان کی سعی سے فیض آباد (اودھ) میں نماز جماعت کی رسم پڑی۔ حسن رضا خاں (متوفی ۱۲۱۶ھ وزیر شاہ اودھ یا مختار نواب وزیر تھے۔ ملا پاشا کشمیری نے سرفراز الدولہ حسن رضا خاں کو شعائر دینیہ قائم کرنے کی طرف توجہ دلائی اور ایک مفصل خط یا مختصر رسالہ بھیجا جس میں نماز جمعہ یا جماعت کی اہمیت اور لکھنؤ میں قیام جماعت کی طرف متوجہ کیا تھا۔ سرفراز الدولہ نے نواب آصف الدولہ مرحوم کو آمادہ کیا تھا اور فارسی زبان میں خط لکھ کر مولانا دلدار علی صاحب اعلی اللہ مقامہ کا ذکر کر کے ان کو امام جماعت مقرر کرنے کی سفارش کی تھی۔ یاد رہے کہ آصف الدولہ بہادر کا انتقال ۱۲۱۲ھ میں ہوا۔ اور حسن رضا خاں کے نام جو خط ملا علی پاشا نے لکھا وہ ۱۲۱۲ھ سے قبل لکھا ہوگا، اس لیے کہ سن ۱۲۱۲ھ میں حسن رضا خاں مرحوم کا انتقال ہو چکا تھا، اور مولانا سید عبد العلی صاحب اعلی اللہ مقامہ ۱۲۰۰ھ میں جیسا کہ خود مولانا سید مرتضی حسین صاحب مرحوم نے اپنی کتاب "مطلع الانوار" میں صفحہ ۳۱۰ پر تحریر کیا ہے: (مولانا عبد العلی صاحب کو) جناب آقائی محمد باقر اصفہانی حائری کے اجازے کی بنا پر ۱۲۰۰ھ میں

امامت جماعت فیض آباد سپرد ہوئی، نواب آصف الدولہ اعلیٰ اللہ مقامہ نے ۷ ہ
سالانہ کی جاگیر عنایت کی۔

مولانا سید محمد صاحب طاب ثراہ

مولانا سید عبدالعلی صاحب طاب ثراہ نے ۱۲۴۳ھ مطابق ۱۸۲۷ء میں انتق
فرمایا اور آپ کی جگہ پر آپ کے فرزند جناب سید محمد صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ کو نوا
اودھ نے فیض آباد شہر کا امام جمعہ و جماعت مقرر کیا، چنانچہ گوہر منثور
ہے: "۱۲۴۳ھ میں (مولانا عبدالعلی صاحب نے) ایک لائق فرزند کو چھوڑ کر فرد
بریں کی راہ لی۔ آپ کے بعد آپ کے لائق فرزند اور مجتہد فرزند مولوی سید
صاحب مغفور نے مسند اجتہاد کو مزین فرمایا۔ جناب مغفور کے علمی دریا سے قو
بہت فیض پہنچا۔ فیض آباد سے غازی پور تک مولانا سید ضیاء اللہ صاحب کے بعد آ
ہی کی تعلیم و ہدایت تھی۔ چار جیّد شاگرد میں نے پچھلے ورق میں ذکر کیے (یع
جناب احمد علی صاحب محمد آبادی، مولانا سید منصب علی صاحب، مولانا سید کرم حس
صاحب اور مولانا صفدر حسین صاحب۔ علاوہ دینی شرف کے دنیاوی اعزاز بھی ب
بڑھا ہوا تھا۔ سرکار امجد علی شاہ بادشاہ اودھ کی نظروں میں بھی بڑی وقعت تھی۔ آ
نے تمام وکمال علوم اپنے والد ماجد (مولانا عبدالعلی صاحب) ہی سے حاصل ف
اور ۱۲۶۶ھ میں انتقال فرما گئے اور اپنے مقدس فرزند سید علی صاحب کو چھوڑ کر
سے منہ موڑا"۔

(گوہر مقصود مؤلفہ مولانا سید عبداللطیف صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ، زنگی پو
جناب مفتی محمد عباس صاحب طاب ثراہ نے "آہ بلرزہ عظیم" سے تاریخ وفات نکال
ان کے فرزند سید علی صاحب مرحوم بڑے مقدس بزرگ تھے۔ (گوہر مقصود)

مولانا سید محمد صاحب طاب ثراہ کے تین فرزند تھے، (۱) سید علی صاحب جو مسند نشین پدر بزرگوار ہوئے (۲) سید مہدی صاحب (۳) سید عسکری صاحب مرحوم اور دو بیٹیاں تھیں۔ (۱) بڑی بیگم کہلاتی تھیں اور (۲) چھوٹی بیگم کہی جاتی تھیں۔ بڑی بیگم صاحبہ مرحومہ راقم الحروف کے پر دادا مولانا سید مظہر علی صاحب، جو بڑے عالم و فاضل بزرگ تھے ان کو منسوب تھیں۔ مولانا مظہر علی صاحب گنگولی ضلع غازی پور کے رہنے والے اور جناب سید مسعود کی اولاد میں تھے اور چھوٹی بیگم صاحبہ مرحومہ میرے پرنانا سید باقر صاحب کو منسوب تھیں۔ وہ بھی عالم جید تھے۔ اور زنگی پور ضلع غازی پور کے رہنے والے تھے۔ جناب سید مسعود کی اولاد میں تو نہ تھے مگر سادات جناب حسین اصغر ابن امام حضرت زین العابدینؑ کی اولاد میں تھے۔ اندازہ یہ ہے کہ سید مسعود کے بعد سادات زنگی پور کے آباواجداد بھی زنگی پور میں آکر بس گئے۔ سید محمد باقر صاحب کی اولاد اور جناب سید مظہر علی صاحب کی اولاد اور مولانا سید علی و سید عسکری و سید مہدی اعلی اللہ مقامہ کی کل اولاد مل کر مولانا سید عبد العلی صاحب طاب ثراہ ہی کا خاندان کہلاتا ہے۔ مولانا سید محمد صاحب کی ایک بیٹی مولانا سید مظہر علی صاحب گنگولوی کو اور ایک بیٹی مولانا محمد باقر زنگی پوری کو منسوب ہوئیں۔

اللہ جل جلالہ

شجرۂ طیبہ

جناب ہاشم

جناب عبدؑ المطلب — جناب اسدؑ

جناب عبد اللہؑ — جناب ابو طالبؑ — فاطمہ بنت اسدؑ

حضرت محمد مصطفیٰؐ — جناب جعفرؑ — جناب عقیل

حضرت فاطمۃ الزہراؑ — علی بن ابی طالب

امام حسنؑ — امام حسینؑ

فاطمہ بنت الحسنؑ — حضرت زین العابدین

حضرت امام محمد باقرؑ — حضرت حسین اصغ

جناب سید علی سجاد ← حضرت موسیٰ احمیص عرف شاہ ناصر ترمذی

حضرت سید حسن ثانی ← حضرت سید محمد موسیٰ ← حضرت سید حسن حمیص

حضرت سید علی کعلی ← حضرت سید احمد توختہ ← حضرت سید محمد توختہ

حضرت سید احمد زاہد سیوانی ← حضرت سید ابو علی ← حضرت سید عمر

حضرت زید (شہید ثانی) ← حضرت سید سلیمان (کفار شکن) ← حضرت سید حسن ← حضرت عبد

حضرت مسعود غازی ← حضرت جمال الدین ترمذی ← حضرت عبد الوحید

حضرت تاج الدین دیوکھوئی ← حضرت عبد العلی

- مولانا عبدالعلی صاحب طاب ثراہ
  - مولانا کلب علی صاحب مجرد فوت
  - مولانا سید محمد صاحب طاب ثراہ
    - چھوٹی بیگم مرحومہ (مولانا سید محمد باقر صاحب) مرحوم
      - سید محمد جواد مرحوم
      - سید محمد رضا مرحوم
        - سید ابو محمد مرحوم
        - سید ابوالقاسم
        - سید ابوالکاظم
        - سید ابوالہاشم
      - سید محمد تقی مرحوم
        - سید محمد صاحب مرحوم
    - بڑی بیگم مرحومہ (مولانا سید مظہر علی صاحب) طاب ثراہ
      - مولانا سید ضیاء اللہ صاحب مرحوم
        - مولوی سید علی محمد اعجاز مرحوم
          - سید بدر الحسن عابدی
          - فہمیدہ بیگم
          - عابدہ بیگم مرحومہ
          - سعیدہ بیگم مرحومہ
          - مولانا سید وصی محمد النجفی مرحوم
          - مولوی سید نجم الحسن عابدی مرحوم
      - مولانا سید علی نقی صاحب مرحوم
        - دختر زوجہ سید ابوالہاشم مرحوم
          - سید ابوالمظفر صاحب مدظلہ
        - دختر زوجہ سید صادق مرحوم
          - اُمّن بی بی (زوجہ سید نجم الحسن)
        - مولوی سید محمد اختر مرحوم
          - سید علی اظہر عرف اجن مرحوم
    - مولانا سید علی صاحب طاب ثراہ
    - سید مہدی صاحب اعلی اللہ مقامہ
      - ابوابراہیم صاحب مرحوم
        - سید فقیر حسین مرحوم
        - سید گدا حسین مرحوم
        - دختر، نونہرہ میں بیاہی گئی مرحومہ
    - سید عسکری صاحب اعلی اللہ مقامہ

مولانا سید علی صاحب طاب ثراہ ابن مولانا سید محمد صاحب طاب ثراہ کے بارے میں صاحب گوہر منثور مولانا سید محمد لطیف صاحب طاب ثراہ نے تحریر فرمایا ہے اور مولانا سید مرتضیٰ حسین صاحب مرحوم نے ''مطلع الانوار'' میں بھی درج کیا ہے ص ۲۴۷ پر۔ ''۱۳۶۶ھ میں (مولانا سید محمد صاحب کا انتقال ہوا) اور اپنے مقدس فرزند جناب سید علی کو چھوڑ کر دنیا سے منہ موڑا جناب مولوی سید علی صاحب مرحوم نے بھی اپنے نامور باپ کی روش اختیار کی اور انھیں سے تحصیل علم فرمائی اگر چہ درجۂ اجتہاد تک نہ پہنچے مگر نمایاں لیاقت ایسی کہ آج کل (مولانا محمد لطیف صاحب کے زمانہ میں) چھوٹے چھوٹے مجتہدوں سے کہیں فائق تھے، اور محض دینی پیشوا نہ تھے بلکہ دنیاوی عزت بھی انھیں حاصل تھی کہ بڑے بڑے نوابوں اور راجاؤں کو حاصل نہیں وہ نائب امام تو منجانب خدا تھے ہی بادشاہ اودھ واجد علی شاہ مرحوم نے آپ کو جناب سید محمد صاحب مرحوم کی جگہ پر قائم رہنے کو اپنے فرمان شاہی سے حکم فرمایا تھا۔ اس زمانے (انگریزوں کے دور) میں سرکار انگلشیہ کی نظروں میں بھی زیادہ وقیع تھے کمشنر اور لفٹنٹ کی ملاقات بڑے اعزاز سے ہوتی، چنانچہ دو تین سال کا عرصہ ہوا کہ جب اکلیل العلماء سید محمد محسن صاحب سے لفٹنٹ اوڈبرن صاحب سے ملاقات ہوئی تو لفٹنٹ صاحب بہادر نے پہلے جناب مولوی سید علی صاحب مرحوم کی خیریت دریافت کی اور کئی منٹ تک آپ کی خیریت دریافت کرتے رہے اور آپ کی وفات کی خبر سن کر شاندار لفظوں میں افسوس کا اظہار کرتے رہے اور یہ بھی فرمایا کہ میں نے مولوی صاحب کی تصویر کا فوٹو اپنے کمرے میں لگا دیا ہے۔ وقتاً فوقتاً دیکھ کر محظوظ ہوتا ہوں، وہ بھی عجیب پر لطف وقت تھا کہ جب فیض آباد سے اپنے وطن مالوف زنگی پور و دیو کٹھیا تشریف لاتے تھے۔ فیض آباد سے تا وطن آٹھ دس چوب دار سرکاری آپ کے ہمراہ رکاب رہتے، اس وقت کے دینی پیشوا کا سامان حشم دیکھ کر اسلامی دل و دماغ

دنگ ہو جاتے اور ہر شخص یہی دعا کرتا کہ خدایا اسلام کی اپنی ترقی وشان کو تا قیامت برقرار رکھنا، آپ نے بھی فیض آباد میں قیام کیا، اور آپ کے اہل وعیال وہیں کے ہو رہے گویا فیض آباد ہی اب وطن ہے، مگر وصلت وقرابت زنگی پور و دیو کٹھیا کے عزیزوں سے ہوتی ہے۔ ۱۳۱۵ھ میں ایک سعادت مند فرزند مولوی محمد حسین صاحب کو چھوڑ جنت کو تشریف لے گئے۔

مولانا محمد حسین صاحب طاب ثراہ فرزند مولانا سید علی صاحب طاب ثراہ

مولانا محمد حسین صاحب اپنے والد مرحوم مولانا سید علی صاحب طاب ثراہ کی مسند علمی پر جلوہ افروز ہوئے۔ اور شہر فیض آباد کے امام جمعہ و جماعت کی حیثیت سے مرجع مومنین کرام قرار پائے، اور افسران حکومت انگلیشیہ میں ان کے پدر بزرگوار مولانا سید علی صاحب طاب ثراہ کی طرح ان کو بھی رسوخ حاصل تھا شاید انھیں کا واقعہ ہے جس کو میں نے گھر والوں سے سنا تھا کہ اس وقت وائسرائے اپنی بیوی کے ساتھ گلاب باڑی (شجاع الدولہ کا مقبرہ) دیکھنے آئے۔ مولانا محمد حسین صاحب بھی عیان کے ساتھ وہاں موجود تھے، وائسرائے نے ان سے ہاتھ ملایا، اور ان کی لیڈی صاحب نے بھی ہاتھ بڑھایا تو مولانا محمد حسین صاحب نے اپنی قبا بیچ میں کر کے ہاتھ ملایا، اس پر لیڈی صاحبہ نے برا مانا، شہر کے کسی رئیس نے یہ بات سمجھ لی تو انھوں نے وائسرائے صاحب کو فوراً متوجہ کر کے بتایا کہ مسلمانوں کا شعار ہے کہ وہ عورتوں کی بڑی عزت کرتے ہیں اسی لیے براہ راست ہاتھ نہیں ملاتے۔ وائسرائے سمجھ گیا اور اس وقت سے مولانا حسین صاحب کی بڑی عزت کرنے لگا مولانا محمد حسین صاحب طاب ثراہ گاؤں کی آمدنی کو مولانا عبد العلی صاحب طاب ثراہ کی ذریت میں حسب سابق حصہ وار تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ جو برابر جاری رہا۔

میری والدہ مرحومہ بتاتی تھیں کہ مولانا سید محمد حسین صاحب ہفتہ میں ایک

دن خاندان کے ہر گھر میں جاتے تھے اور سب کی خیریت لیتے تھے، جس کے یہاں کوئی کمی ہوتی تھی اس کو پورا کر دیا کرتے تھے۔ شہر کے اعیان ان کی خدمت میں حاضری دیتے تھے اور جس کی سفارش افسران انگریز سے کر دیتے تھے اس کا کام بن جاتا تھا۔

حکیم ابوابراہیم طاب ثراہ

مولانا محمد حسین صاحب کے حقیقی چچازاد بھائی مولانا حکیم ابوابراہیم صاحب تھے جن کو گورنر نے حسین آباد مبارک کا سکریٹری بنا دیا تھا اور عمدہ کارکردگی کی وجہ سے دس سال تک اس عہدہ پر قائم رہے، ہمارے خاندان کی عورتیں ان کو سکتّر صاحب کہتی تھیں۔ راقم الحروف نے حسین آباد کے گھنٹہ گھر سے متصل پکچر گیلری میں ابوابراہیم صاحب مرحوم کا فوٹو بھی دیکھا تھا بعد میں مقبرۂ عالیہ بہو بیگم کے نگراں بن گئے اور ان کی وفات پر ان کے بڑے صاحب زادہ مولانا سید فقیر حسین صاحب مقبرہ کے نگراں بنے اور سلسلہ برابر جاری رہا۔

مولانا فقیر حسین صاحب کے پاس میں برابر بیٹھا کرتا تھا وہ عربی کے منتہی تھے، بہت متین سنجیدہ اور باکی و ذکر حسینؑ کے بڑے شوقین تھے۔ ماتمی انجمن کے ساتھ سلوک کیا کرتے تھے۔

مولانا سید علی احمد صاحب طاب ثراہ ابن مولانا محمد حسین صاحب طاب ثراہ

مولانا سید محمد حسین صاحب طاب ثراہ کے سب سے بڑے فرزند جناب سید علی احمد صاحب طاب ثراہ اپنے پدر بزرگوار مرحوم کی مسند امام جمعہ و جماعت پر فروکش ہوئے۔ جب سے مجھ کو شعور آیا ان کے پیچھے نماز جمعہ بھی اور ماہ صیام میں نماز مغربین بھی ان کی قیادت میں ادا کیا کرتا تھا۔ نماز جمعہ کے فوراً بعد مسجد میں مجلس بھی ہوتی تھی اور وہ بہت گریہ فرماتے تھے۔ وظائف و اوراد کے بڑے پابند تھے۔ بڑے مہمان نواز تھے۔ خاندان کے جملہ امور دینیہ انھیں کے ہاتھوں انجام پاتے تھے، اور

سب کا نکاح وہی پڑھتے۔ ظاہر ہے کہ خاندان عبدالعلی صاحب کے وقار وعزت کے قائد وہی اور صرف وہی تھے۔ اپنے خوردوں سے محبت والطاف سے پیش آتے تھے۔ خاندان کے کسی کو بیمار سن کر اس کو دیکھنے کو بھی جاتے تھے۔ شہر کے بڑے افسران ان کے زیر اثر تھے۔ مولانا سید محمد حسین صاحب نے اپنی بہن کی اکیلی صاحب زادی سے ان کی شادی کردی تھی۔ ہر جمعہ کو حیدر گنج میں واقع ہمارے خاندانی قبرستان میں بزرگوں پر فاتحہ پڑھنے جایا کرتے تھے۔ ۱۹۵۰ء میں سخت بیمار پڑے۔ میرے والد ماجد مرحوم ان کی بیماری میں دعائیں دم کرنے کے لیے جایا کرتے تھے۔

جب ۱۹۵۰ء میں ان کا انتقال ہوا تو ایک بڑا خاندان تھا کہ اپنے سردار پر ماتم کررہا تھا۔ اور پورا شہر فیض آباد غم میں ڈوب گیا کہ ان کا امام جمعہ و جماعت راہی جنت ہوا۔

مولانا سید ابن حسن پیشنماز ابن مولانا علی احمد صاحب طاب ثراہ کی مسند امامت پر ان کے بڑے صاحب زادہ مولانا سید ابن حسن فروکش ہوئے۔ وثیقہ عربی کالج سے تکمیل کر کے لکھنؤ گئے، اور وہاں سے صدر الافاضل کیا۔ عراق کے نامساعد حالات کی بنا پر نجف اشرف نہیں گئے مگر بڑے مدبر ہیں۔ امام باڑہ جواہر علی خاں اور مسجد جامعہ کی تشکیل نو جس نے دونوں کو پر رونق بنا دیا ہے اور ہر طرح محفوظ بھی کردیا ہے انھیں کی کوشش ہے اور انھوں نے اپنے ذرائع سے کرائی ہے۔ خدا ان کو جزائے خیر دے۔ ان کے بڑے صاحب زادہ نجف سے اجتہاد کر کے آئے ہیں، ان کا اسم گرامی سید احمد علی صاحب سلمہٗ اللہ ہے اور نجفی ہاؤس، بمبئی میں مقیم ہیں۔ ایک مرتبہ مولانا سید علی احمد صاحب طاب ثراہ نے راقم الحروف سے خود بیان فرمایا کہ فیض آباد کی بڑی مجلسوں (شہید اعظم کی سالانہ یادگار) میں سرکار ناصر الملت تشریف لائے اور ان سے ملاقات کے لیے بھی آئے۔ علی احمد صاحب مرحوم نے سرکار ناصر الملت طاب ثراہ کو اپنی مسند پر بٹھانا چاہا تو انھوں نے ہاتھ پکڑ کر ان کو ان کی مسند پر بٹھایا، یہ کہہ کر کہ یہ آپ کی مسند ہے آپ اس پر بیٹھیے، میری مسند لکھنؤ میں ہے۔ ظاہر ہے کہ اس

کا مولانا سید علی احمد صاحب مرحوم کے دل پر اتنا ہی اثر تھا کہ اس کا ذکر کرتے رہتے تھے۔ ناصر الملت طاب ثراہ کے مزار شہید میں دفن کے موقعہ پر آگرہ بھی گئے تھے۔

میں ایک مرتبہ میں لکھنؤ سے ٹائفائڈ میں مبتلا ہو کر آیا، ان کو خبر ہوئی وہ مجھ کو دیکھنے کے لیے صبح کے وظائف کر کے تشریف لائے، مجھ کو باہری کمرے کی چارپائی پر دیکھ کر میری نبضوں پر ہاتھ آیا اور نازک حالت دیکھ کر گھر میں داخل ہوئے۔ اور میری والدہ مرحومہ سے فرمایا کہ نبضیں نہیں مل رہی ہیں۔ آپ نے کچھ نہیں دیا، والدہ نے جواب دیا کہ دوائیں تیار کر رہی ہوں، اور دو دو مریض ہیں۔ ایک میری مجھ سے بڑی بہن اور میں خود (بدر الحسن) علی احمد صاحب مغفور و مرحوم نے خود چائے بنائی، اور مجھ کو گود میں اٹھا کر پلائی۔

ہم تینوں بھائی ان سے بہت مانوس تھے اور ان کو علی احمد بھیا کہتے تھے اس لیے کہ ان کی ماں میری ماں کی حقیقی چچا زاد بہن تھیں۔ مگر وہ خود میری ماں اور میرے والد مرحوم کو باجی اور بھائی کہا کرتے تھے۔ اس لیے کہ میرے نانا اور میرے دادا علی احمد صاحب قبلہ کے والد مرحوم سید محمد حسین صاحب طاب ثراہ حقیقی ماموں و پھوپھی زاد بھائی تھے۔

بھائی صاحب مولانا سید نجم الحسن عابدی طاب ثراہ

ولادت باسعادت ۱۹۰۱ء میں شہر فیض آباد میں ہوئی۔ یہ وہ وقت تھا کہ خاندان اور شہر علمی و ادبی حیثیت سے مملوء تھا اور ہمارے خاندان پیشنماز کے اثرات و رسوخ انگریز حکومت سے بہت قریب تھے اور اس کی وجہ سے سلطنت اودھ کے بادشاہوں کا اس خاندان سے معتقدانہ سلسلہ تھا۔ مولانا سید علی صاحب طاب ثراہ کی وقعت اور ان کا جو دینی وقار شاہان اودھ کی نظروں میں تھا اس کا ہم ذکر کر چکے ہیں اس کا سلسلہ مولانا سید علی احمد صاحب طاب ثراہ تک بھی رہا۔ شہر فیض آباد کے امام جمعہ و جماعت مولانا سید علی

صاحب طاب ثراہ کے پھوپھی زاد بھائی حکیم سید ابو ابراہیم صاحب مرحوم ۱۰ سال تک حسین آباد ٹرسٹ کے سکریٹری رہے اور ان کے بڑے صاحب زادہ مولانا سید فقیر حسین صاحب مرحوم بھی فیض آباد میں وقف بہو بیگم کے ایجنٹ رہے اور ان کے بعد ان کے چھوٹے بھائی سید گدا حسین صاحب مرحوم اور ان کی اولاد تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔ مولانا سید محمد حسین صاحب طاب ثراہ نے وثیقہ عربی کالج کی بنیاد ڈالی تھی جس میں مولانا سید محمد رضا صاحب طاب ثراہ جو بڑے فلسفی اور بہت بڑے عالم دین تھے اور مولانا سید شبیر حسین صاحب طاب ثراہ شاگرد ناصر الملت نیز مجتہد العصر والزمان جون پوری جناب محمد رضا صاحب مرحوم کے بعد وثیقہ کالج کے پرنسپل ہوئے۔ بھائی نجم الحسن صاحب مرحوم نے وثیقہ عربی اسکول سے منشی و کامل کے امتحانات پاس کیے اور غالباً فاربس ہائی اسکول فیض آباد میں ہائی اسکول تک پڑھا۔ اردو اور فارسی زبانوں میں بڑی مہارت حاصل تھی، اور انگریزی بھی بہت اچھی جانتے تھے، اردو کے بہترین خوش خط تھے اور انگریزی بھی بہت عمدہ تحریر فرماتے تھے۔ پہلے وہ بدایوں میں اکرام عالم صاحب ایڈوکیٹ مرحوم کے صاحب زادگان فرخ عالم اور فخر عالم کے اتالیق تھے اس کے بعد سن ۳۰ عیسوی میں کالون ہائی اسکول میں پرشین ٹیچر مقرر ہو گئے۔ میں بدایوں سے ان کے ساتھ رہتا تھا ،اور ریاست محمد آباد ضلع سیتاپور میں آنے کے بعد بھی ان کے پاس رہا، اور ۱۹۴۰ء میں ہائی اسکول وہیں سے کیا۔ ایک خط میں انھوں نے مجھے تحریر کیا کہ میں تم کو مانند علامہ سبطین صاحب مرحوم سرسوی دیکھنا چاہتا ہوں۔ یہ خط مرحوم نے اس وقت لکھا تھا جب میں لکھنؤ یونیورسٹی سے عربی میں ایم اے کر چکا تھا۔ بنارس ہندو یونیورسٹی میں جب لیکچرر مقرر ہوا تو خط میں لکھا کہ تم نے میری آرزو پوری کر دی۔

مجھ سے قبل سید علی جواد زیدی محمد آبادی (گوہنہ) بھی ہمارے عزیز قریب ان کے شاگردوں میں ہیں اور انھوں نے بھی محنت و ریاضت سے اپنا نام پیدا کیا۔ آج کل لکھنؤ میں مقیم ہیں۔

کالون اسکول سے ریٹائر ہونے کے بعد راجہ محمد امیر احمد صاحب مرحوم والی ریاست محمود آباد سے وابستہ رہے اور زیارت کربلائے معلیٰ سے ان کے ہمراہ مشرف ہوئے۔

اپنی زندگی میں اپنے داماد مولانا سید مظاہر حسین صاحب مرحوم کو محمود آباد کا امام جمعہ و جماعت بنوا دیا۔ ان کی بڑی بیٹی قلعہ کی مجلسیں پڑھتی رہیں، ماشاء اللہ لکھنؤ میں اپنے بچوں کے پاس رہتی ہیں۔

بحیثیت ذاکرِ حسینؑ

بھائی صاحب پاکیزہ قلم تھے مجلسوں کے لیے وہ کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے تھے اور شب کو دیر تک پڑھتے رہتے تھے۔ ان کے پاس مذہبی کتابوں کا ایک اچھا خاصہ ذخیرہ تھا۔ اور البرہان ماہانہ، الواعظ ماہانہ۔ لکھنؤ، الاصلاح، ماہانہ۔ کھجوہ، اور شیعہ لاہور ان کے پاس آتا رہتا تھا۔ فوق بلگرامی کی چودہ معصومین علیہ السلام کی سوانح عمریوں کے بڑے دلدادہ تھے، فارسی میں ائمہ علیہم السلام سے متعلق تاریخیں اور ان کی سیرت سے متعلق کتب ان کے پاس رہتی تھیں قصیدہ کی ایک خوش خط بیاض ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی والد مرحوم اور خود اپنے قصائد پر مشتمل موجود تھی، مگر وہ بارش میں برباد ہوگئی۔ ان کی مجلسوں کے مسودات کی کئی موٹی جلدوں میں کاپیاں تھیں جو انھوں نے چھوڑیں اور ان کی اولاد کے پاس ہوگی، اور ماہنامہ الجواد بنارس میں ان کے مضامین چھپتے رہے ہیں۔ بحیثیت ذاکر حسین نہایت کامیاب ذاکر تھے۔ اٹاوہ کے سید شریف الحسن صاحب ان کے بڑے شیدا تھے۔ بیشتر محرم کی مجلسیں ان کے یہاں پڑھتے تھے، بدایوں میں جب تک تھے اور اس کے بعد بھی وہاں مجلسیں پڑھنے جاتے تھے۔ بعد میں بہت عرصے تک کراری جاتے رہے، اور محرم کے عشرۂ اولیٰ میں مجلسیں پڑھتے رہے۔ یہ سلسلہ بیماری وضعف پیری تک چلا۔ محمود آباد میں جب سے گئے محرم کے عشرۂ اولیٰ کے بعد اِس بستی میں متعدد عشرے ہوتے تھے۔ درمیان میں اتوار پڑتا تھا

اُس دن بھائی صاحب مجلسیں پڑھتے تھے۔ ان کی مجلس میں بڑا گریہ ہوتا تھا۔ اور سفر
کے اواخر تک جو عشرے ہوتے تھے ان میں چیدہ ذاکرین لکھنؤ اور دیگر مقامات سے
کر مجلسیں پڑھتے تھے۔ محمود آباد ۸ / ربیع الاول تک مجالس اور جلوس کا مرکز بن گیا تھا۔

بھائی صاحب کے شاگردوں میں ان کے دوست جناب سید علی حسن صاحب
رحوم کے صاحب زادہ جناب عمار رضوی صاحب بھی ہیں۔ اور مجھے بھی ہائی اسکول کے
یں اور دسویں درجات میں اردو پڑھاتے تھے۔ محمود آباد تک وہ میرے سرپرست مربی
ر استاد سب کچھ تھے، اپنے انتقال سے کچھ ماہ پیشتر میرے پاس محمود آباد سے بنارس
رض علاج آ گئے تھے۔ جناب حکیم کاظم صاحب مرحوم کے زیر علاج رہے۔ بہت کچھ
جھے ہو چلے تھے کہ ان کی بڑی صاحب زادی یعنی میری بھتیجی ان کو دیکھنے کے لیے
ئیں تو مصر ہو گئے کہ میں محمود آباد جاؤں گا۔ وہاں زیادہ بیمار پڑ گئے اور ان کے چھوٹے
احب زادہ تصویر سلمہٗ ان کو بغرض علاج لکھنؤ لے آئے۔ زیر علاج تھے ہی کہ انتقال
ر گئے، اور ۱۲ / ماہ شعبان شب چہار شنبہ انتقال ہو گیا۔ دوسرے دن ان کی لاش فیض
باد آ گئی اور خاندان کے قبرستان حیدر گنج میں والدین کے پہلو میں دفن کیے گئے۔

بھائی نجم الحسن صاحب طاب ثراہ جناب عزیزؔ لکھنوی مرحوم قصیدہ گو کے بڑے
ئق تھے جو سرکار ناصر الملت کے درباری مدح گستران اہل بیت علیہم السلام
ں تھے۔ عزیزؔ صاحب مرحوم کو میں نے دیکھا ہے اور ان کا فوٹو بھی میرے پاس تھا جو
ئع ہو گیا۔ ان کا مطبوعہ مجموعۂ قصائد میرے پاس موجود ہے۔ عزیزؔ صاحب مرحوم کے
حب زادہ حیات لکھنوی بحمد للہ دہلی میں موجود ہیں اور وہ بھی میرے بھائی صاحب
وم کے شاگرد رہ چکے ہیں۔ بھائی صاحب کا رقعہ چہلم میں نے لکھا تھا جو طبع ہو کر تقسیم
وہ حسب ذیل ہے:

۷۸۶

مجلس چہلم

آہ ذاکر سبط نبی نجم الحسن عابدی وفات نمود
۶ ۹۲۱ ۷۱ ۶۲ ۹۳ ۱۴۹ ۸۷ ۴۸۷ ۱۰۰

۱۹۷۶ء

یہ کون ساذاکرشیریں گفتار خاموش ہوگیا کہ منبر رسول سوگوار ہے اور مجلس حسین اشک بار، یہ کون سااشہب قلم کاشہسوار روپوش ہوگیا کہ میدان صحافت پرغبار ہے۔ اور خط گلزار بے برگ وبار، یہ کس ذی وقار صاحب کردار سے محفل ایمان سونی ہو گئی کہ ہر عزیز دل فگار ہے اور ہر مومن بے قرار، یہ کس مرد مجاہد اور دینی خدمت گار سے بزم جہاں خالی ہوگئی کہ ملت حقہ ماتم دار ہے اور دین جعفری غم گسار، بلاشبہ یہ خصائل ومحامد اُن بزرگوار کے تھے جن کی رحلت کے صدمہ سے دل داغ دار ہے اور آنکھیں خوں بار۔ لاریب مولانا مرحوم کی موت نہ صرف ہمارے لیے بلکہ پوری قوم کے لیے ایک حادثۂ عظمیٰ اور داہیۂ کبریٰ ہے، ازبس کہ اس جانکاہ رنج وغم اور صدمہ والم کا مداوا صرف اہل بیت اطہارؑ کا تذکرہ اور خانوادۂ نبی مختارؐ پر گریہ ہے۔ لہذا ہم نے یکم اکتوبر ۱۹۷۶ء بروز جمعہ بوقت نو بجے صبح ایک مجلس عزا حسینیہ جواہر علی خاں مرحوم فیض آباد میں منعقد کی ہے اس میں سید الجہابذۃ استاذ الاساتذہ نادرۃ

الزمن الحاج مولانا السید ابن حسن صاحب قبلہ نونہروی مدظللہ العالی بیان فرمائیں گے۔ جملہ اعزہ و احبّا نیز مومنین سے دست بستہ التجا ہے کہ شرکت فرما کر خود مثاب ہوں اور ہمیں شکر گزار فرمائیں۔

سوگواران..................

سید وصی محمد النجفی و سید بدر الحسن عابدی (برادران مرحوم) سید مظاہر حسین رضوی و سید باقر رضا ملنا پوری (خویشان مرحوم) سید تنویر الحسن عابدی و سید تصویر الحسن عابدی (پسران مرحوم)۔

....

بھائی صاحب مرحوم کے مولانا سید دلبر حسن صاحب قریبی دوست تھے اور ان کو علامہ سید ابن حسن صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ سے بڑی عقیدت تھی۔ ہمارے یہ بزرگوار عزیز قریب بھی تھے اور سادات مسعودی بھی تھے۔ علامہ نونہروی کی اہلیہ مرحومہ کو بھی ہماری والدہ محترمہ سے قرابت قریبہ تھی۔ چنانچہ فروری ۱۹۷۰ء کو والدہ کی مجلس بھی علامہ نونہروی صاحب طاب ثراہ نے پڑھی، اور بھائی صاحب مرحوم کی مجلس بھی اکتوبر ۱۹۷۰ء امام باڑہ جواہر علی خاں میں پڑھی۔ بھائی نجم الحسن صاحب کی مجلس چہلم میں جناب اولاد اصغر صاحب مرحوم نے حسب ذیل قطعۂ تاریخ پڑھا جو بعد میں الجواد بنارس میں طبع بھی ہوا۔

حامیِ حق ناشر شرح رسول زمنؐ
تیغ مجاہد قلم ، عالم باطل شکن
نیک دل و نیک خو، خوش نظر و خوش صفات
رہبر راہ نجات ، ناصح شیریں سخن

متقی و پارسا، پیروِ مشکل کشاؑ

شکر الٰہی غذا، خوف خدا پیرہن

ناصر دین مبیں، رہرو راہ یقیں

مومن روشن جبیں، منتخب انجمن

رشتے ہراک توڑ کے، زیست سے منہ موڑ کے

لو سوئے غربت چلے چھوڑ کے اپنا وطن

منبع جود و سخا، معدن علم و عطا

آہ شریعت کدہ ہو گیا بیت الحزن

مصرعۂ تاریخ لکھ، اصغرِ زار وحزیں

راہی خلد بریں ہوگئے نجم الحسن

۱۳۹۶ھ

جون پور محلّہ دریبہ کے رہنے والے ہمارے مخصوص بزرگ عزیز جناب سید محمد علی صاحب مرحوم المتخلص بہ مؔوثر نہایت ہی کہنہ مشق اساتذۂ شعرا میں تھے، وہ جونپور سے تشریف لائے، اور حسب ذیل نظم تعزیت منبر سے پڑھی، یہ نظم تاریخی حیثیت بھی رکھتی ہے۔ مرحوم بنارس کی بیشتر محفلوں میں بھی اپنے قصائد طرح مقررہ پر پڑھتے رہے۔ جوادیہ عربی کالج بنارس میں منعقدہ ۱۷ ربیع الاول کی طرحی محفل سرکار دو عالمؐ اور امام حضرت صادق آل محمد علیہم السلام میں برابر شرکت کر کے اپنے قصیدے پڑھتے تھے، اور میں نے جتنی محفلیں گوہر شب چراغ عصمت کے عنوان پر طرح میں جناب سیدہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی مدح میں کیں جب تک وہ زندہ رہے شرکت کر کے پڑھتے رہے۔ مرحوم کو خداوند عالم جوار معصومینؑ میں جگہ عطا کرے۔ یہ نظم مسدس کے طور پر ہے اور الجواد نومبر ۱۹۷۶ء کی اشاعت میں طبع ہو چکی ہے۔

شہر فیض آباد تو خوش بخت و خوش توقیر ہے
نجم کی تجھ میں ضیاء اور بدر کی تنویر ہے
تو سراسر سرزمین خلد کی تصویر ہے
جس پہ غلبہ سب کریں ایسی حسین تقدیر ہے

کوئی منصف ہو تو پوچھے صاحب ادراک سے
مجتہد کتنے بنے تیری زمین پاک سے
سلسلہ میں تیرے کیسی اجتہادی شان ہے
ہر نظر کی تو ضیاء ، ہر قلب کا ارمان ہے
ذرے ذرے میں ترے علمی جھلک ہر آن ہے
یہ حقیقت ہے کہ علم دیں کا تو دیوان ہے

ہے نظر حیراں یہاں پر آ کے کیا کیا دیکھیے
علم کا عُمّان ہے شان وثیقہ دیکھیے
سرپرست جامعہ اسدم ہیں مولانا وصی
ایسا گلشن ہے کہ ہر سو ہے شمیم آگہی
حضرت ظفر الحسن کی ہے نگاہ لطف بھی
شہر کا دل مولوی ابن حسن سا متقی

ہے جماعت ان کی خاطر وہ جماعت کے لیے
چن لیا مسجد نے خود ان کو امامت کے لیے
رکھ لو فیض آباد کو اور لکھنؤ کو رو برو
اس جگہ پودے اُگے ہیں اس جگہ پائی نمو

پھول پھولے ہیں یہاں پر اور وہاں پھیلی ہے بو
سچ تو یہ ہے فیض فیض آباد سے ہے لکھنؤ

آصف الدولہ کی شاہی کا سماں سب یاد ہے
یعنی فیض آباد ہی سے لکھنؤ آباد ہے

کیا سماں تھا جمع تھے جسدم یہاں پر اہل فن
کتنی بارونق تھی صحبت کیا سجی تھی انجمن
یعنی ہر دم ہر زباں پر مصحفیؔ کا تھا سخن
سب خلیقؔ عصر تھے سب کی ادائیں تھیں حسنؔ

کیا سماں تھا اس جگہ پر کیسا ساماں ہوگیا
بلبلیں سب اڑ گئیں خالی گلستاں ہو گیا

یاد ہے دنیا کو ناسخؔ کا وہ انداز بیاں
ہر گلی کوچہ میں آتشؔ ہی کی تھیں سرگرمیاں
وہ دبیریؔ سطوتیں وہ علم کا دریا رواں
مرکزیت لے کے بیٹھے تھے انیسؔ نکتہ داں

بندش مصرع کو سرگرم روانی کردیا
بحر کے پُر زور طوفانوں کو پانی کردیا

گو شجاع الدولہ نے سر پر نہیں رکھا تھا تاج
بادشاہان جہاں حاضر تھے دینے کو خراج
پردے پردے میں نمایاں تھا بہو بیگم کا راج
بات جیسے کل کی ہے جس کو رقم کرتا ہوں آج

پردۂ عفت میں روشن آفتاب آہی گیا
مقبرہ میں کھینچ کے کل عطر گلاب آہی گیا

رونق منبر جو ہوں گے مولوی ابن حسن
یوں ضیاء پھوٹے گی ہر سو جس طرح پھوٹے کرن
نثر میں نظم اور جملوں سے عیاں شان سخن
جس طرح کلیوں مین بو جیسے چمن اندر چمن

جب زباں کھولی سکون دل کا ساماں کردیا
یعنی سونی بزم کو بھی اک گلستاں کردیا

آہ اے نجم الحسن اے لائق صد احترام
تیری روح پاک کے اوپر زمانے کا سلام
تذکرہ کرتے رہیں گے اہل ایماں صبح وشام
بعد مردن بھی ہے قائم زندگانی کا نظام

باندھ کر رخت سفر کو بھی سفر کرتا نہیں
جو محبؑ آل اطہرؑ ہے کبھی مرتا نہیں

زندگی بھر مدحت آل محمدؐ کی رقم
مرتے مرتے بھی نہ تیرے ہاتھ سے چھوٹا قلم
کم ہے ماتم دار جتنا بھی منائیں تیرا غم
اے مؤثر بس زباں کو روک کر اب لے لے دم

مائل پرواز سوئے باغ جنت ہوگیا
ایک عالم تھا جو اس دنیا سے رحلت کرگیا

آیۃ اللہ مولانا سید وصی محمد صاحب طاب ثراہ

ولادت: ۱۹۱۰ء۔ وفات: ۱۹۸۶ء

اخی المعظم مولانا سید وصی محمد صاحب مرحوم طاب ثراہ کی ولادت ۱۹۱۰ء میں شہر فیض آباد میں ہوئی۔

ہمارے والد ماجد مرحوم و مغفور کا اسم گرامی سید علی محمد تھا، ہمارے دادا کا اسم اقدس سید ضیاء اللہ تھا اور وہ فرزند تھے جناب بڑی بیگم صاحبہ مرحومہ کے۔ جناب بڑی بیگم صاحبہ مرحومہ مولانا سید محمد صاحب طاب ثراہ کی دختر مولانا سید عبد العلی صاحب کی پوتی تھیں۔ جناب بڑی بیگم صاحبہ کی تزویج ہمارے پردادا مولانا سید مظہر علی صاحب طاب ثراہ سے ہوئی جو گنگولی ضلع غازی پور کے تھے اور جناب سید محمد صاحب طاب ثراہ کی چھوٹی دختر یعنی چھوٹی بیگم صاحبہ مرحومہ ہمارے حقیقی نانا کی مادر گرامی تھیں جو ہمارے پرنانا مولانا سید محمد باقر صاحب طاب ثراہ کو منسوب تھیں الغرض ہمارے پرنانا اور پردادا دونوں مولانا سید محمد صاحب طاب ثراہ کے داماد تھے۔ ہمارے دادا مرحوم کی یعنی سید ضیاء اللہ صاحب کی شادی محمد آباد گہنہ ضلع اعظم گڈھ میں ہوئی اور اب محمد آباد گہنہ ضلع مئو میں رکھ دیا گیا ہے۔ محمد آباد گہنہ کے لوگ بھی سادات عابدی الحسینی ہیں اور زنگی پور ضلع غازی پور، دیوکٹھیا ضلع غازی پور اور گنگولی ضلع غازی پور وغیرہ کے سادات بھی عابدی الحسینی ہیں۔ اور مولانا عبد العلی صاحب طاب ثراہ اور ہمارے پردادا تو سید مسعود مرحوم کی اولاد میں ہیں جس نے غازی پور کو فتح کیا۔ ہمارے پرنانا سید محمد باقر صاحب طاب ثراہ بھی اولاد جناب حسین اصغر بن امام زین العابدین میں تھے۔

ہمارے دادا اور ہمارے نانا دونوں حقیقی خالہ زاد بھائی تھے۔ یعنی دادا سید ضیاء اللہ صاحب اور نانا سید جواد صاحب طاب ثراہما۔ ہمارے نانا مرحوم کے دو بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں۔ علی الترتیب بہ اعتبار سن و سال حسب ذیل مذکور ہیں۔

(۱) سنجیدہ بیگم (۲) سید زین العباد (۳) ام الحسن (۴) جگا بیگم (۵) لیلیٰ بیگم (۶) سید محمد سجاد۔

ہمارے دادا مرحوم کے ایک فرزند سید علی محمد ہوئے۔ ایک بیٹی تھیں جو ہماری دادی کے سگے بھتیجے کو منسوب تھیں اور دونوں لاولد اٹھے۔

ہمارے والد مرحوم کی شادی ہمارے نانا کی بڑی بیٹی سنجیدہ بیگم سے ہوئی۔ ہمارے نانا کا نام سید محمد جواد تھا۔

ہم تین بھائی اور تین بہنیں تھے۔ علی الترتیب ان کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) سید نجم الحسن (۲) سعیدہ بیگم (۳) سید وصی محمد (۴) عابدہ بیگم (۵) فہمیدہ بیگم (۶) سید بدر الحسن۔

(۱) سید نجم الحسن کی شادی امن بی بی بنت سید محمد صادق ابن سید رضا بن سید محمد باقر طاب ثراہ زنگی پوری سے ہوئی۔ سید رضا صاحب مرحوم میرے دادا کے حقیقی خالہ زاد بھائی تھے۔

(۲) سعیدہ بیگم مرحومہ کی پہلی شادی امروہہ ضلع مرادآباد میں ہوئی۔ مرحوم کا اسم گرامی سید مبارک حسن صاحب نقوی تھا اور بڑے عالم و مقدس تھے۔ ان کے صرف ایک فرزند بحمد للہ باحیات ہیں، اور صاحب اولاد بھی ہیں۔ ان کی دوسری شادی حاجی سید کلب حسن صاحب مرحوم خطیب پوری (ضلع اعظم گڈھ) سے ہوئی وہ بھی مقدس بزرگ تھے نجف اشرف میں انتقال ہوا۔

(۳) مولانا سید وصی محمد طاب ثراہ کی شادی محمد آباد گہنہ میں ہمارے والد کے حقیقی ماموں زاد بھائی کی صاحبزادی سے ۱۹۴۱ء میں ہوئی اور کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔

(۴) عابدہ بیگم کی شادی مولانا سید کلب حسین صاحب سے ہوئی جو گنگولی سے متصل موضع ہونڈرہی کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد کا نام سید مرتضیٰ حسین تھا

اور مسعودی نسل سے تھے۔ دو بیٹے اور دو بیٹیاں چھوڑیں۔

(۵) فہمیدہ بیگم مولانا سید ظفر الحسن صاحب رضوی طاب ثراہ کو منسوب ہوئیں، اور ماشاء اللہ بڑی ذریت والے ہوئے۔

(۶) سید بدر الحسن عابدی کی شادی حقیقی خالہ کی لڑکی کلثوم بیگم سے ہوئی۔ خسر معظم سید علی محمد عرف سید علی اوسط زیدی الواسطی الہ آبادی تھے۔ بہت ہی نایاب ذاکر حسینؑ تھے۔ ہم کو بھی بحمد للہ بڑی ذریت اللہ نے عطا کی ہے۔

ہمارے والد مرحوم کے باپ کا سایہ بچپن ہی میں اٹھ گیا، اور میری دادی انھیں لے کر محمد آباد گہنہ میں رہنے لگیں۔ اور ان کے والد حکیم سید علی صاحب مشہور زمانہ طبیب اور صاحب علم دین تھے۔ اور اس زمانہ میں انگریزی تعلیم کے مدرسے کھل چکے تھے اس لیے والد مرحوم نے مڈل پاس کیا اور فارسی گھر میں سیکھی۔ محمد آباد کا ماحول بھی علمی ماحول تھا مثلاً سید احمد علی صاحب طاب ثراہ جو صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔ مرحوم محمد آباد سے فیض آباد آئے اور مولانا سید عبد العلی صاحب طاب ثراہ سے اکتساب علوم کیا۔ فیض آباد سے غالباً کئی برس بعد لکھنؤ چلے گئے اور ایک لمبی عمر پا کر ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۸۷۱ء میں انتقال فرما گئے۔ جناب مفتی محمد عباس صاحب طاب ثراہ نے ان کی تاریخ وفات نظم فرمائی اور ان کے بارے میں مختصر نوٹ بھی تحریر فرمایا۔

مشہور زمانہ شاعر علی میاں کامل مولانا سید احمد علی صاحب مرحوم کے صاحب زادہ تھے۔ میں نے ان کے اشعار نظم اردو مرتبۂ جناب نسیم امروہوی مرحوم اپنے ہائی اسکول کے کورس میں پڑھی تھی، ان کی شہرت ان کے مراثی اور دیگر قسم کے اشعار کی وجہ سے بھی ہوئی، اور کافی دنوں وہ فیض آباد میں مولانا سید محمد صاحب طاب ثراہ کے پاس مقیم رہے۔

والد مرحوم نے ظاہر ہے دینی ماحول میں اور شعر و شاعری کی فضا میں رہ کر

بہت کچھ حاصل کرلیا۔ انگریزی بھی اچھی خاصی جانتے تھے۔ زبان صاف ستھری اور دل نشیں تھی۔ میں نے اپنے دوسرے مجموعۂ قصائد میں جو عنقریب دلی سے چھپ کر تیار ہونے والا ہے اس میں والد مرحوم کے قصائد کے نمونے دے چکا ہوں۔

میرے والد صاحب کا انتقال پر ملال ۲۵؍ ربیع الاول مطابق ۲۵؍ دسمبر ۵۲ء میں شب کو تقریباً ۱۲ بجے ہوا۔ کورٹ آف وارڈس سے ریٹائر ہونے کے بعد اور میری تینوں بہنوں کی کتخدائی سے فراغت حاصل کر کے زیارت کربلا و نجف کے لئے تشریف لے گئے۔ وہاں جناب افتخار العلما طاب ثراہ نجف میں زیر تعلیم علوم دینیہ و شرعیہ تھے جنھوں نے میرے والدین کی بڑی خدمت کی۔ جس کی وجہ سے میرے والد مرحوم ان کو اپنا فرزند کہا کرتے تھے۔ یہ سلسلہ افتخار العلماء کے فیض آباد وثیقہ عربی کالج کے مدرس اعلیٰ کی خدمات کے دوران بھی جاری رہا اور ہم لوگ افتخار العلما سے آخر وقت تک وابستہ رہے۔ بھائی سید وصی محمد صاحب کی مجلس چہلم میں بھی افتخار العلماء نے شرکت فرمائی۔ میں جب بھی لکھنؤ گیا ان کی خدمت میں ضرور سلام واستمزاج کے لئے جاتا تھا۔

ان کی مجلس غم (مجلس چہلم) میری منت وسماجت اور ناصر الملت طاب ثراہ کے گھرانے سے عقیدت ومحبت کی وجہ سے مولانا رسرکار سعید الملت طاب ثراہ نے پڑھی اور ایک یادگار مجلس حسینیہ جواہر علی خاں فیض آباد میں ہوئی۔

بھائی سید وصی محمد صاحب طاب ثراہ اپنی ایک ڈائری میں جس کے اندر انھوں نے گھر والوں کا اور اپنے امور کا ذکر کیا ہے، لکھتے ہیں: ”وفات حسرت آیات والد مرحوم عابد شب زندہ دار عادی فرائض لیل ونہار مولوی سید علی محمد صاحب مطابق ۲۵؍ دسمبر ۱۹۵۲ء آپ زائر حسین علیہ السلام تھے“۔

داروغہ جعفر صاحب مرحوم جو میری والدہ محترمہ کے خالہ زاد بھائی لگتے تھے جب وہ بہ سلسلہ علاج فیض آباد گئے اور میرے گھر پر قیام کیا، مجھ سے خود بیان کیا کہ

شب جمعہ میں والد مرحوم زیارت امام حسین اس گریہ خیز انداز میں پڑھتے تھے کہ سننے والے بھی رونے لگیں۔

مولانا سید وصی محمد صاحب طاب ثراہ

بھائی صاحب حضرت ضیاء الملت اپنے سفر عراق کے سلسلہ میں اپنی ڈائری میں تحریر فرماتے ہیں: ''سفر کربلائے معلیٰ و تحصیل علم برائے نجف ۱۹۳۸ء واپسی ۲۳ر ذی قعدہ ۳۸ء دوبارہ روانگی ۲۹ر محرم، واپسی ۲۲ر شعبان المعظم ۴۰ھ (تبرا) ایجی ٹیشن میں قید خانہ سے چھوٹ کر اسٹیشن (چارباغ) لکھنؤ پر ہمارے استقبال کو (سرکار) نصیر الملت و (سرکار) سعید الملت تشریف لائے، اور ساتھ میں دو چند مومنین بھی تھے جنھوں نے ہار پہنائے۔

حضرت ضیاء الملت کی شادی ذی قعدہ، ۴۱ء میں ہوئی۔

مولانا ظفر الملت طاب ثراہ کا انتقال یکم جنوری ۱۹۸۳ء شب ہفتد ہم ماہ ربیع الاول میں ہوا تو سبطین آباد ٹرسٹ گزٹ مورخہ ۶ر فروری ۱۹۸۳ء مطابق ۲۲ر ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ میں صفحہ اول پر ضیاء الملت کا تعزیت نامہ شائع ہوا۔ اس وقت بھائی وصی محمد صاحب مرحوم کلکتہ کی بصراوی مسجد میں جمعہ و جماعت کے امور انجام دے رہے تھے۔

ہمارے دادا مولانا سید مظہر علی صاحب طاب ثراہ قصبہ گنگولی ضلع غازی پور کے رہنے والے تھے۔ وہ بھی ایک جید عالم تھے اور سادات مسعودی الحسینی بھی تھے۔ ان کی شادی مولانا سید محمد ابن مولانا عبد العلی طاب ثراہ کی بڑی بیٹی سے ہوئی اور چھوٹی کی شادی ہمارے پرنانا مولانا سید محمد باقر سے کی گئی۔ جو قصبہ زنگی پور ضلع غازی پور کے رہنے والے تھے۔ وہ بھی مسعودی الحسینی تھے۔ ایک جید عالم دین تھے، قریب بہ اجتہاد منزلت حاصل تھی۔

ہمارے دادا مرحوم کا اسم گرامی ضیاء اللہ تھا اور ہمارے نانا سید محمد جواد طاب ثراہ حقیقی خالہ زاد بھائی تھے۔ ہمارے دادا کا ایک رسالہ اہمیت نماز جمعہ و جماعت پر تھا ۔(مجھے اس بات کا علم بعض ثقہ بزرگوں سے ہوا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مخطوطہ رسالہ پٹنہ کی خدا بخش لائبریری بانکی پور میں تھا) میں جب اس لائبریری میں اپنی پی۔ ایچ۔ ڈی کے ریسرچ کے لیے گیا باوجودیکہ میں نے اسے تلاش کیا مگر دستیاب نہیں ہوسکا۔ جد امجد سید ضیاء اللہ صاحب طاب ثراہ تاحیات طیبہ بھاگل پور کی جامع مسجد میں امام جمعہ و جماعت تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے چھوٹے بھائی مولانا سید علی نقی صاحب مرحوم بھاگل پور کے امام جماعت ہوئے ۔ یہ سلسلہ ان کے بیٹے مولانا سید محمد اختر صاحب مرحوم تک جاری رہا۔

اگرچہ ہمارے والد سید علی محمد صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ کوئی عالم دین نہ تھے مگر بچپن میں باپ کا سایہ اٹھ گیا تو میری دادی صاحبہ مرحومہ ان کو لے کر اپنے باپ حکیم سید علی صاحب طاب ثراہ کے پاس چلی گئیں، یعنی محمد آباد گہنہ جو اس وقت ضلع اعظم گڈھ میں تھا۔ وہاں کے سادات بھی عابدی اور حسینی تھے۔ اور بالعموم زنگی پور کے سادات میں شادی ہوا کرتی تھی۔

محمد آباد گہنہ میں بھی علماء و فضلاء کا زمانہ ماضی قریب تک مرکز تھا۔ ماحول کے اثرات والد مرحوم میں بھرپور موجود تھے۔ محمد آباد گہنہ میں فطری شاعرئی ایک پیدا ہوئے، اور شاعرانہ طبیعت جوانی ہی میں رچ بس گئی تھی۔ محمد آباد میں دادی کا قیام تھا، مگر میرے نانا سید جواد طاب ثراہ نے والد صاحب کو فیض آباد اپنے پاس بلالیا۔ اس لیے کہ خاندانی جائداد میں ان کا بھی موروثی حصہ تھا۔ نانا مرحوم نے ان کی شادی ہماری والدہ مرحومہ سے کردی ابا مرحوم فارسی اور اردو بخوبی جانتے تھے، اسی کے ساتھ ساتھ انگریزی بھی اچھی خاصی جانتے تھے۔ جس کے نتیجہ میں کورٹ آف وارڈس میں

ضلع دار ہو گئے۔ پھر شہر کے دفتر میں آ کر ریٹائر ہو گئے۔ اس کے قبل کچھ ماہ تک لکھیم پور میں میرے ماں کے حقیقی چچازاد بھائی سید ابوالقاسم صاحب مرحوم کے ساتھ رہ کر کسی دفتر میں بھی ملازم ہو گئے تھے۔ فیض آباد سے ریٹائر ہو کر عراق جا کر زیارتیں کیں اور پھر فیض آباد واپس آ گئے۔ بھائی وصی محمد صاحب مرحوم نے اپنی ڈائری میں تحریر کیا ہے: ''والد مرحوم و مغفور عادی فرائض لیل و نہار مولوی سید علی محمد صاحب کی ۲۵ ربیع الاول مطابق ۲۵ دسمبر ۱۹۵۲ء میں وفات حسرت آیات ہوئی۔ بھائی صاحب مولانا سید نجم الحسن صاحب مرحوم کے پاس ان کی لکھی ایک قصیدہ کی بیاض تھی۔ جس میں ابا مرحوم کے چند قصائد تھے۔ مگر بھائی صاحب مرحوم کے انتقال کے بعد محمد آباد میں ایک سال ایسی بارش ہوئی جس میں ان کی کچھ کتابیں اور وہ بیاض بھی پانی میں بھیگ کر تباہ ہو گئی، اس میں والد مرحوم کا ایک نایاب قصیدہ توحید باری تعالیٰ بھی تھا۔ اس کا ایک مطلع مجھے یاد رہ گیا وہ ہے:

قدیم ایسا کوئی لاؤ کرو ایسا خدا پیدا نہ اس کی ابتدا پیدا نہ اس کی انتہا پیدا

ہماری والدہ مرحومہ بھی کافی پڑھی لکھی تھیں اور ہمارے نانا مرحوم نے ان کو اور ہماری خالاؤں کو کافی طور پر پڑھا لکھا دیا تھا۔ میری والدہ کے بعد کی بہن یعنی میری خالہ جو میری خوش دامن بھی تھیں مولوی علی محمد صاحب محدث الہ آبادی جو زیدی الواسطی تھے ان کو منسوب تھیں اور اکثر نوحے بھی کہتی تھیں اور مدح کے اشعار بھی۔ سب سے پہلی کتاب جو شاہ عبدالعزیز دہلوی کی تحفۂ اثنا عشریہ کے جواب میں لکھی گئی میرے خالو سید علی محمد صاحب مرحوم کے جد امجد نے لکھی تھی۔ مجھے اس کا پتہ افتخار العلماء مولانا سعادت حسین خاں صاحب طاب ثراہ سے چلا۔ والدہ مرحومہ کے لیے جناب ظفر الملت اعلیٰ اللہ مقامہ فرماتے تھے کہ اماں جان عربی لفظیں بہت صحیح بولتی ہیں۔

بھیا کا سفر عراق

بھائی وصی محمد اپنے بارے میں اپنی ایک ڈائری میں تحریر فرماتے ہیں: "سفر کربلائے معلیٰ و تحصیل علم برائے نجف ۲۲ر محرم ۳۸ھ واپسی ۲۳ر ذی قعدہ ۳۸ء دوبارہ روانگی ۲۹ر محرم، واپسی ۲۲ر شعبان المعظم ۴۰ھ ایجی ٹیشن میں قید خانہ سے سعید الملت و نصیر الملت چھوٹ کر اسٹیشن (غالباً لکھنؤ چار باغ) ہمارے استقبال کو آئے"۔

بھیا مرحوم کی شادی ذی قعدہ ۴۱ء میں میری دادی مرحومہ کے حقیقی بھتیجے سید یوسف حسن صاحب ساکن محمد آباد گہنہ ضلع اعظم گڑھ کی ایک صاحب زادی سے ہوئی۔

بھائی وصی محمد صاحب نجف اشرف سے تحصیل علم کے بعد وطن تشریف لائے تو اپنے نام کے بعد نجفی لکھتے رہے۔ خود اپنے بارے میں جناب ظفر الملت طاب ثراہ کے ارتحال پر اظہار رنج و غم کرتے ہوئے لکھتے ہیں: (ملاحظہ ہو سبطین آباد فرسٹ گزٹ ۶ر فروری ۱۹۸۳ء مطابق ۲۲ر ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ۔ (مختصر سوانح حیات طیبہ) جناب مرحوم الہ آباد یونیورسٹی کے تمام درجات میں اول درجے میں کامیاب ہوئے۔ فاضل فقہ ۱۹۳۵ء میں انھوں نے اور ہم نے ایک ساتھ دیا اور ایک ساتھ دونوں ہی فرسٹ ڈویژن کامیاب ہوئے اسطرح ایک نے دوسرے کو پہچانا۔ جناب مرحوم اور مجھ سے رابطہ کا یہی ذریعہ ہوا ہم اشتیاق و ملاقات میں لکھنؤ آئے پھر تھوڑے ہی عرصہ میں (سلطان المدارس میں داخلہ حاصل کرنے کے بعد دار الاقامہ میں قیام کے دوران جو راقم الحروف کا چشم دید ہے اس لیے کہ میں محمود آباد سے لکھنؤ آتا تھا تو برابر دونوں کو ملتے جلتے دیکھتا تھا) ہماری ہمشیرہ سے شادی ہوگئی پھر میں عراق چلا گیا، یعنی ۱۹۳۷ء میں مولانا ظفر الملت کی شادی میری بہن سے ہوئی (راقم الحروف) پھر میں عراق چلا گیا (یعنی محرم ۳۸ء میں) درمیان میں ان کو لینے کے لیے واپس آیا۔ شادی کے بعد یا کچھ پہلے مولانا ظفر الملت طاب ثراہ مدرسہ باب العلم مبارک پور میں پرنسپل تھے (راقم الحروف) اور ان کو آمادہ کر کے چلا گیا چند ماہ بعد وہ بھی پہنچ گئے اور ہم لوگ

Accn. No. 84840
Date.

دونوں باب مدینۃ العلم حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نجف اشرف عراق میں مشغول تحصیل علم تھے۔ ہمارے اوران کے اساتذہ مشترک رہے۔ خصوصاً ضیاء عراقی اور آقائی عبدالحسین۔ کفایہ کے مدرس و معلم جناب مرزا باقر الزنجانی علیہ الرحمہ والرضوان۔ مرحوم اعلی اللہ مقامہ ا سبق روزانہ پڑھتے تھے۔ باوجود اس کے کہ ان کے عیال ساتھ تھے یہ شغف لوگوں کے واسطے قابل تعظیم ہے۔ جناب مولانا السید محمد یوسف صاحب قبلہ زنگی پوری جوادیہ کالج کے پرنسپل تھے، ان کی وفات کے بعد علامہ السید محمد رضی صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ اوراخی العلام (مولانا سید ظفر الحسن صاحب) بھی جوادیہ میں جناب سرکار ناصر الملت کے انتخاب اور خطیب اعظم علامہ سید ابن حسن صاحب نونہروی اعلی اللہ مقامہ کے مساعی جمیلہ سے آگئے۔ پھر بعد میں جناب مرحوم مدرس اعلی ہو گئے۔ معنوی وصوری لحاظ سے اتنی ترقی جلد سے جلد کر لی جس کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جنھوں نے جوادیہ کا سابق اور آج کا حال مشاہدہ فرمایا ہے''۔ (تفقید ہ جگر وصی محمد اید الصمد)

بھائی وصی محمد صاحب اعلی اللہ مقامہ نے وثیقہ اسکول فیض آباد، سید المدارس امروہہ کے بعد لکھنؤ میں جامعہ سلطانیہ میں تحصیل علوم کی اور اس کے بعد وہ نجف اشرف چلے گئے مولانا ظفر الملت اور مولانا سید کلب حسین صاحب مرحوم دونوں سے سلطان المدارس میں رابطے بڑھ گئے اور ہماری منجھلی بہن مرحومہ سید کلب حسین صاحب مرحوم کو منسوب ہوئیں اور جیسا کہ ذکر آچکا ہے چھوٹی باجی کی تزویج مولانا ظفر الحسن صاحب طاب ثراہ سے ہوگئی۔

بھائی سید وصی محمد صاحب طاب ثراہ جب تحصیل اجتہاد کر کے آئے تو شہر بدایوں اور غازی پور شہر میں امامت جمعہ و جماعت کی، اس کے بعد ظفر الملّت طاب ثراہ ومومنین جون پور کے اصرار پر ناصریہ کالج جونپور کے پرنسپل ہو گئے اور مولانا سید وصی محمد صاحب جوادیہ کالج کے مدرس اعلی کی حیثیت سے بنارس آ گئے اور افتخار العلماء

مولانا سعادت حسین صاحب طاب ثراہ وثیقہ اسکول کے پرنسپل تھے اور ان کے ریٹائر ہونے پر بھائی وصی محمد صاحب ۱۹۵۴ء سے لے کر ۱۹۷۸ء تک وہاں کے پرنسپلی فرمائی اور وثیقہ کالج سے رٹائر ہوگئے تو علامہ سید ابن حسن صاحب نونہروی طاب ثراہ نے ان کو مدرسۃ الواعظین میں وائس پرنسپل کی حیثیت سے بلالیا اور علامہ نونہروی طاب ثراہ کے انتقال پرملال کے بعد بھائی وصی محمد صاحب مرحوم وہاں کے آخر عمر تک پرنسپل رہے۔

میں یکم جولائی ۱۹۸۴ء میں بنارس ہندو یونیورسٹی سے ریٹائر ہوا اور پانچ جولائی کو بمبئی پہنچا ۶ر کو بمبئی یونیورسٹی میں ڈی۔لٹ کا وایئوا (زبانی امتحان) لیا۔ ۷ر جولائی کو مغل مسجد بمبئی میں نماز ظہرین پڑھنے کو گیا، کہ میرے داماد سید اصغر مہدی سلمہ، میرے پاس آئے کہ لوگوں کو آپ کی تلاش ہے۔ اچھے ابّا (ضیاء الملت) ایران سے بیمار ہوکر بمبئی آئے ہیں، فالج کا اثر ہے اور حبیب اسپتال میں داخل کئے گئے ہیں۔ میں مسجد سے سیدھے حبیب اسپتال گیا، مجھ کو دیکھ رونے لگے، میں نے وہاں ان کو آخری جولائی تک رکھا اور انھیں لے کر بنارس آگیا، تقریباً دوسال تک میرے پاس زیر علاج رہے۔ اور بروز شنبہ ۱۴ر جون ۱۹۸۶ء (۶ر شوال) کو راہی جنت ہوئے۔
جناب ظفر الملت طاب ثراہ کا غم ہم لوگوں کے لیے کیا کم تھا، یوں سمجھئے کہ ایک کاری زخم مندمل نہ ہوا تھا کہ دوسرا زخم کاری دل وجگر پر پڑا۔ اسی شب میں مرحوم کی لاش بنارس سے فیض آباد لے گیا اور دوسرے دن یک شنبہ کو آبائی قبرستان (حیدر گنج) میں والدین کے پائین دفن کردیے گئے۔ شہر کا ایک عظیم مجمع جنازہ کے ساتھ تھا، اور انجمن ہائے ماتمی کے علم آگے آگے چل رہے تھے۔

راقم الحروف (مرحوم کی مجلس سوئم فیض آباد میں کرکے) بنارس آگیا اور ان کے چہلم کی تاریخ مقرر کرکے اشتہار طبع کرادیا اور تمام جگہوں پر بھیج دیا۔ ان کی خواہش پر میں نے ان کی حیات میں ان کی پسندیدہ کتاب خصائص مرتضوی چھپوادی اور انھوں نے اپنی حیات میں اپنی تصنیفات ''الرضیع الظامی'' اور ''ضیاء الغدیر'' جلد اول طبع کرادی تھی۔

ضیاء الغد یر جلد دوم کا پتہ نہیں کہ کیا ہوئی۔ اگر مخطوطہ دستیاب ہو جاتا تو اس کو بھی طبع کرا دیتا ۔"الرضیع الظامی" جناب علی اصغر علیہ السلام کے مکمل حالات پر ایک معرکہ آرا تصنیف ہے۔ اور اس کا اردو میں نام "پیاسا شیر خوار" بھی ٹائٹل پر تحریر ہے۔

بھائی وصی محمد صاحب طاب ثراہ کی مجلس چہلم پروفیسر مولانا سید شبیہ الحسن صاحب نونہروی مرحوم نے پڑھی اور عزیز داری وقرابت کا حق ادا کر دیا۔ اس کے بعد سے ہر سال ان کی سالانہ مجلس غم پہلے فیض آباد میں کرتا تھا اب بیماری سے مجبور ہونے کی وجہ سے بنارس میں کرتا ہوں۔ مجلس چہلم بروز یک شنبہ ۶ر جولائی ۱۹۸۶ء کو جواہر علی خاں مرحوم کے امام باڑہ فیض آباد میں ہوئی۔

ہماری بھابی جان کا بھی انتقال ہو گیا اور وہ بھی بھائی صاحب کے پہلو میں دفن ہوئیں۔ بھائی وصی محمد صاحب طاب ثراہ بڑے ہی مخیّر اور پورے خاندان کے ہمدرد اور بہتیروں کی موقع بہ موقع مالی امداد کیا کرتے تھے، اور شہر کے مومنین ان کے بڑے گرویدہ اور حضرات اہل سنت واہل ہنود ان کی بڑی مان دان کرتے تھے۔ انھوں نے بڑی جانفشانی اور ذاتی اثرات سے خورد محل فیض آباد میں پرانی کمرخ کی درگاہ کو از سر نو تعمیر کرایا۔ اور جناب عباسؑ کے روضہ کے نقشہ پر اپنی حیات بھر ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں مجالس کراتے تھے۔ اور چیدہ ذاکرین پڑھتے تھے۔ اپنی علالت کے پہلے تک وثیقہ اسکول میں ۵ر شعبان المعظم کو محفل بسلسلۂ ولادت حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام منعقد کرتے تھے۔ بیرونجات کے شعرا برابر شرکت فرماتے رہے، ان کی حیات تک میں بھی وہاں جا کر طرحی قصیدہ پڑھا کرتا تھا۔ بنارس کی ۲ر شعبان کی ایمانیہ کالج کی ولادت سرکار سید الشہداء کی محفل طرح وہاں کی بھی طرح ہوا کرتی تھی۔ ربیع الاول کے پہلے ہفتہ میں وثیقہ اسکول کا قدیم علم مبارک چھوٹی درگاہ سے وثیقہ اسکول بڑے اہتمام کے ساتھ اٹھایا کرتے تھے۔ ان کا رقعۂ

چہلم حسب ذیل ہے۔

رسالہ الجواد کے ضیاء الملت نمبر الجواد میں ان کے انتقال پر بیرونجات اور ہندوستان کے اعیان دین کے تعزیت نامے طبع ہو چکے ہیں (ملاحظہ ہو الجواد ضیاء العلماء نمبر اگست ۱۹۸۶ء) اسی ماہنامہ الجواد میں ڈاکٹر (پروفیسر) عزیز حیدر صاحب کی تاریخی نظم بھی صفحات ۲۰ و ۲۱ پر طبع ہوئی۔ اس کے آخر کے دو شعر حسب ذیل ہیں۔

مصرعہ تاریخ رحلت میں تھا سرگرداں عزیز ہوگئی آساں یہ مشکل بھی بفضل ایزدی

ناگہاں رضوان جنت نے کیا اعلان عام دار فانی سے ہیں آئے خلد میں سید وصی

۱۴۰۶ھ

اور جناب پیام اعظمی فرماتے ہیں۔ صفحہ ۵

اللہ اللہ وہ طرز سخن آرائی کہ بس کرتا تھا شعروں میں بھی آل نبی کی مدحت

میرے خویش اور بھانجے ڈاکٹر (پروفیسر) سید علی الحسن رضوی سلمہ اللہ فرزند ظفر الملت طاب ثراہ نے ضیاء العلماء نمبر میں بھائی وصی محمد صاحب اعلی اللہ مقامہ کے ایک مسدس قصیدہ کے دو بند بھی نقل کیے ہیں جس کی طرف جناب پیام اعظمی صاحب نے اپنی تاریخ کے مذکورہ بالا شعر میں اشارہ کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو الجواد ص ۵۶) بھائی صاحب کے مذاق شعر گوئی پر بھرپور دلالت کرتے ہیں۔

ارکان دیں حسین نے کامل بنا دیے ڈھالے دماغ عارف حق دل بنا دیے

کردار کے کچھ ایسے بھی حاصل بنا دیے معصوم جو نہ تھے یہ مماثل بنا دیے

انصار عشق شاہ میں محظوظ ہوگئے

معصوم کے جوار میں محفوظ ہوگئے

شبیر پر فدا ہوئے ممتاز بن گئے سرّ خدا سے مل گئے خود راز بن گئے

سجدے کیے کچھ ایسے سرافراز بن گئے مٹی میں مل کے سجدہ گہ ناز بن گئے

قدر ان کی آپ سید مظلوم کرتے تھے
سجدے خود ان کی خاک پہ معصوم کرتے

مجھے اپنے نانا سید محمد جواد صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ کا ایک شعر یاد آ گیا

ذرا سی خاک شفا دوستوں نے رکھ دی تھی
عجیب طرح کی خوشبو مرے کفن میں رہی

مولانا محمد یوشع فیضی امام جمعہ و جماعت شہر بنگلور (کرناٹک) کی تاریخ کا حسب ذیل شعر بھی لائق ذکر ہے۔

زندگی میں شاق تھی فرقت جو معصومین کی
جان دے کر مل گئے چودہ سے فخر اتقیا
۱۴۰۶ھ

ہمارے بھانجے فرزند ظفر الملت حکیم خوشنود سلمہ کی نظم تعزیت میں کے حسب ذیل دو شعر ملاحظہ ہوں:

اک قبا تیری مصلیٰ گہ تو گہ مسند بنی
تو نے سادہ زندگی کا چھوڑا ہے دل پر نشاں
ہو گیا خوشنود تجھ سے تیرا رب المختصر
یوں گزاری عمر تو نے خوبیوں کے درمیاں

بھائی سید وصی محمد صاحب اعلیٰ اللہ درجاتہ کا رقعۂ چہلم بھی میرا لکھا ہوا ہے اور مع ان کے فوٹو کے طبع ہوا۔ اور تمام مومنین اور عقیدت مندان اور احباب کرام کو بھیج دیا گیا۔ الجواد ۱۹۸۶ء میں ضیاء العلماء نمبر نکلا۔

باسمہ سبحانہٗ

مجلس چهلم

واسفاه مات فقیه اهل البیت الوصی

سنہ ۱۴۰۶ھ

الاربعون

واحسرتاه لقد فارقنا وغاب عنا اخی المعظم والمکرم حجة الاسلام آیة الله فی الانام قدوة الاعلام المجتهد العلّام الاحد الممجد الحفی مولانا السید وصی محمد النجفی الناطق باخبار نبیّنا المستطابؒ والکاشف لاثار الائمة الاطیابؑ فموته موت العالم ووفاته بث الاعظم . فلماذ رفت العین فذکرت الحسینؑ فیاویلتاه بعد انتقال اخیه الاکبر وارتحال الامام الشبّر فصاح حزینا وناح انینا ثم انشدرثاءً:

رزم بکت عین الحسین و من ذوب الحشا عبراته تتدفع
اتریٰ یطیف بَی السلوو ناظری من بعد فقدک بالکریٰ لا یهجع
أ أخیّ لا عینیٰ یجوس خلاله رغدٌ ولا یصفولوردی مشرع
خلفتنی مرئ النوائب ولیس لی عضدٌ ارذبه الخطوب وادفع
وترکتنی أسفا اردّد باشجیٰ نفساً تصعدّه الدموع الهمع

أبكيك يارىّ القلوب لوأنّهٗ يجدى النكاء نطأمى او ينفع

اما بعد فالمجلس العزاءٍ لترويح روح فقيدنا المرحوم طاب ثراه والجنة مثواه مقرر يوم الاحد ساعة صباحاً بتاريخ ۲۹/ شوال المكرم ١٣٠٦ سنهٔ (٦/ تموز ١٩٨٦ سنهٔ ع) فى حسينية جواهر عليخان مرحوم. فيض آباد (الهند) وانشاء الله العالم الجليل والذاكر النبيل عمدة الزمن بروفيسور السيد شبيه الحسن النونهروى ايخاطب بيان الفضائل والمصائب لآل يٰس و طٰهٰ عليهم الاف التحية والثناء فالتمسكم بمشاركتكم فيه.

مورد المحن: بروفيسور السيد بدرالحسن العابدى

باسمہ تعالیٰ

واَسفاہ ماتَ فقیہ اہل البیت الوصی

۱۴۰۶ھ

مجلس چہلم

واحسرتا کہ برادر معظم وسید المکرّم حجۃ الاسلام، آیت اللہ العظمیٰ الانام، قدوۃ الاعلام، مجتہد العلام فرد فرید روزگار، مرد وحید پُر وقار، مہمان نواز خوش انداز، زکی و متقی، جواد و سخی، مولانا و مقتدانا سید وصی محمد نجفی، جنت مکاں و خلد آشیاں ہو کر ہم سے بچھڑ گئے اور نظروں سے چھپ گئے، آنکھوں سے آنسو رواں تھے کہ خامس آل عبا یاد آگئے جنھوں نے اپنے بڑے بھائی کے انتقال پُر ملال اور سانحہ ارتحال پر نالہ و شیون کیا اور ایک دردناک مرثیہ پڑھا۔ (اے بھائی حسن) آپ کی جدائی ایک ایسی مصیبت ہے کہ حسین (کے دل) کی رگیں پگھلنے لگیں اور میری آنکھیں رونے لگیں (اے بھیا) کیا میں آپ کو کبھی بھول سکوں گا۔ اور آپ کے بعد چین کی نیند سو سکوں گا؟ میرا دل پژمردہ اور میرا عیش پراگندہ ہو گیا، مجھے کیوں کر قرار آئے اور میری پیاس کیوں کر بجھے، آپ کے بعد میری شکستہ قلبی کا مداوا کون کرے گا، اور میری سیرابی کے لیے کوئی اور صاف ستھرا چشمہ کہاں سے ملے گا؟ (اے بھائی جان) آپ نے تو مجھے غم و آلام کے درمیان چھوڑا ہے، جس قدر غم کروں تھوڑا ہے۔ میرے لیے وہ (قوت) بازو نہ رہا جس

سے آفتوں کا مقابلہ اور مصیبتوں کا دفیعہ کرسکوں۔ آپ کے فراق میں آہیں بھر رہا ہوں اور مسلسل آنسو بہا رہا ہوں۔ تاکہ مفارقت کی بھڑکی ہوئی پیاس کو بجھا سکوں۔

الغرض ہم نے اپنے مرحوم بھائی صاحب کی ترویح روح کے لیے ۲۹؍شوال المکرّم ۱۴۰۶ھ مطابق ۶؍جولائی ۱۹۸۶ء بروز یک شنبہ ۹؍بجے صبح امام باڑہ جواہر علی خاں فیض آباد میں مجلس غم برپا کی ہے، جس میں فاضل جلیل، ذاکر نبیل، عمدۃ الزمن سید شبیہہ الحسن صاحب نونہروی فضائل و مصائب آل عبأ بیان فرمائیں گے۔ ہم آپ کی شرکت کے امیدوار ہیں۔

سوگوار: پروفیسر سید بدر الحسن عابدی.

حاج مولانا سید کلب حسین صاحب غازی پوری طاب ثراہ

مولانا سید کلب حسین صاحب مرحوم مغفور ہونڈرہی کے رہنے والے تھے، یہ
ضع قصبہ گنگولی سے بالکل متصل واقع ہے۔ ان کے والد مرحوم کا نام سید ارتضیٰ حسین
ا۔ ان کے چار بھائی اور ایک بہن تھیں۔ مولانا مرتضیٰ حسین مرحوم صدر الافاضل نے
طلع الانوار میں مولانا کلب حسین صاحب مرحوم کے والد کا نام غلطی سے علی محمد لکھ دیا
ہے۔ اور یہ بھی غلط لکھ دیا ہے کہ وہ پاروی تھے۔ مولانا مرحوم سلطان المدارس میں تھے
ہ بھائی وصی محمد صاحب سے قریبی تعلقات ہو گئے اور چوں کہ وہ بھی سید مسعود غازی
جن کے نام پر غازی پور کا نام پڑ گیا) کی اولاد میں تھے۔ اور میرے پر دادا مولانا
ظہر علی صاحب طاب ثراہ کے قریبی رشتہ دار کی اولاد میں ان کے والد مرحوم تھے۔
س لیے بھائی صاحب مرحوم نے مولانا سید کلب حسین کے بڑے بھائی سید مجتبیٰ حسین
ا حب سے رابطہ قائم کر کے میری منجھلی باجی کی نسبت مولانا کلب حسین صاحب سے
طے کرادی اور شاید عراق جانے سے قبل یہ شادی ہو گئی۔ مولانا سید کلب حسین صاحب
ی شادی میری منجھلی بہن سے اس وقت ہوئی جب وہ صدر الافاضل جامعہ سلطانیہ کے
خری سال میں تھے۔ اور وہ تیاری کر کے امتحان میں شریک ہوئے اور کامیابی
صل کی۔

شادی کے بعد دو تین سال تک ریاست لور پور سے مربوط رہے۔ اس کے
مولانا سید ابن حسن جارچوی طاب ثراہ صدر وقف بورڈ (یوپی) کے پاکستان
نے کے بعد مسجد حسن رضا خاں صاحب فیض آباد میں امام جماعت مقرر ہو گئے۔
ں کہ میں خود بھی اس زمانے میں بلہرہ ہاؤس میں رہتا تھا اس لیے میں جارچوی
احب سے بہت قریب ہو گیا تھا اور میری کوششیں بار آور ہوئیں۔

مولانا سید کلب حسین صاحب مرحوم بہت عمدہ ذاکر تھے۔ بڑی کتب بینی کرتے تھے، اسی میں آنکھ متاثر ہوگئی اور ان کو خیر آباد کے اسپتال میں لے کر گیا، جب آنکھیں ٹھیک ہوگئیں تو پھر کتب بینی کرنے لگے اور انگنت کاپیاں تھیں جن میں علمی و تحقیقی چیزیں درج کیں۔ ان کے متعدد مضامین الجواد، بنارس میں چھپ چکے ہیں، جو بلند پایہ تحقیقی و علمی ہیں۔ اپنے انتقال سے تین چار برس پہلے سے وثیقہ عربی اسکول فیض آباد میں اونچے درجات میں پڑھاتے بھی تھے۔

میری والدہ مرحومہ کی بڑی خدمتیں کیں کہ ہم لوگ ان کے بڑے معترف رہے۔ میرے والد مرحوم بھی ان کو بہت مانتے تھے۔ بڑے ہی عبادت گزار اور نیک منش تھے۔ اماں کا بھی انتقال ۲۰/ذی الحجہ ۶۹ھ کو ہوگیا۔ مرحوم سے گھر آباد تھا، اور عبادت گاہ بنا ہوا تھا۔ انھوں نے اپنی دو بیٹیوں کی شادیاں کردی تھیں، اور ایک بیٹے سید کلب مہدی سلمہ، عرف ہلال لکھنوی کی بھی۔ ہلال سلمہ، اپنے بیوی بچوں کو لے کر ان کی زندگی ہی میں پاکستان چلے گئے اور بحمد اللہ وہاں صحیح و سلامت ہیں۔ مرحوم کی حیات میں کئی بچے فوت ہوگئے، ان میں ایک جوان لڑکا سبط حسن بھی انتقال کرگیا۔ وہ بھی میری ماں کا بڑا خدمت گزار تھا۔ ۷۲ء میں زیارت کربلائے معلیٰ سے مشرف ہوئے اور ۷۳ھ میں حج کے فریضہ کو ادا کیا اور ۴/ذی الحجہ ۷۴ھ ۱۹۷۴ء کو انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا سید کلب حسین صاحب عابدی الحسینی کے انتقال پُر ملال پر بھائی وصی محمد صاحب اپنی ڈائری میں لکھتے ہیں: وفات حسرت آیات ۴/ذی الحجہ الحرام بلرام پور اسپتال میں انتقال فرمایا، اس کے قبل اتوار کو اسپتال میں داخل کیے گئے، مجلس سوئم دوشنبہ کو ہوئی، مرحوم نماز کے خوگر تھے۔

آیۃ اللہ مولانا سید ظفر الحسن الرضوی ظفر الملت طاب ثراہ

ظفر الملت کی ولادت باسعادت ۱۳۲۹ھ میں ہوئی اور شب ۱۷ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ یعنی یکم جنوری ۱۹۸۳ء ۸ بجے شب قفس عنصری سے روح اقدس پرواز کرگئی۔ راقم الحروف کالون ہائی اسکول محمود آباد، (اودھ) ضلع سیتاپور میں پڑھتا تھا۔ یاد آرہا ہے کہ ۱۹۳۷ء یا اواخر ۱۹۳۶ء میں پہلی بار محمود آباد سے لکھنؤ آیا، اور بھائی وصی محمد صاحب کے ساتھ سلطان المدارس میں قیام کیا یہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے مولانا مرحوم کے کمرے میں کچھ نامور حضرات کو دیکھا تھا، ان میں سے جناب بیخود موہانی بھی تھے۔ بعد میں جب مولانا ظفر الملت طاب ثراہ کی شادی ہوگئی تو ان سے معلوم ہوا کہ جناب بیخود موہانی مرحوم برابر ان کے پاس آیا کرتے تھے۔ اور اپنے اشعار سناتے تھے۔ مولانا مرحوم کو اپنی طالب علمی میں مشاعروں کا بڑا شوق تھا، اس لیے کہ اس وقت مشاعروں کی بات ہی کچھ اور تھی۔ جناب صفیؔ صاحب مرحوم، جناب آرزوؔ صاحب مرحوم، جناب ظریفؔ صاحب مرحوم اور جناب ثاقبؔ صاحب مرحوم ان مشاعروں کی زیب و زینت ہوا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ عربی قصیدہ گویوں کا بھی ایک اجتماع (نادی الادباء) کے نام کی انجمن کی طرف سے ہوا کرتا تھا، سرکار ظفر الملت بھی عربی میں قصیدہ کہہ کر اس میں پڑھتے تھے۔ میں نے اس انجمن کی طرف سے جمع کردہ اشعار کا ایک مجموعہ ناصریہ کتب خانہ میں دیکھا ہے۔ ۱۹۳۷ء میں مولانا ظفر الحسن صاحب کی جب شادی ہوئی تو سلطان المدارس کے طلاب و مدرسین بھی محفل عقد میں شریک تھے۔ مولانا سید عالم حسین صاحب طاب ثراہ کے صاحب زادہ، مولانا سید خادم حسین صاحب طاب ثراہ نے عربی میں سہرا کہہ کر پڑھا تھا، اور مولانا ظفر مہدی صاحب مرحوم جو مولانا ظفر الحسن صاحب کے ہم درس ساتھی تھے وہ بھی اس

تقریب میں موجود تھے۔ مولانا مرحوم شروع سے مجھ سے محبت فرماتے رہے۔ میں نے جب لکھنؤ یونیورسٹی میں بی اے میں داخلہ لے لیا تو وہ جب کبھی لکھنؤ جاتے تھے مجھے مطلع فرمادیا کرتے تھے اور سرکار ابن حسن صاحب نونہروی طاب ثراہ کے گھر ان سے ملنے کے لیے جایا کرتا تھا۔

بنارس میں ان کی آمد کے بعد ۴۳ء میں پہلی بار آیا۔ اور مولانا سید محمد رضی صاحب طاب ثراہ اور ظفر الملت دونوں حضرات جوادیہ کالج میں ایک ساتھ رہتے تھے، مولانا سید محمد رضی صاحب زنگی پوری، مولانا ظفر الحسن صاحب کی قدر ومنزلت اور بہت مان دان کیا کرتے تھے۔ مولانا رضی صاحب قبلہ جب رام پور تشریف لے گئے تو تفسیر لکھنے میں منہمک ہو گئے اور تفسیر قرآن مجید اور اس سے متعلق موضوعات پر کئی صاحب علم و فضل وہاں کرنل بشیر حسن صاحب مرحوم نے جمع کر لیے تھے۔ مثلاً مولانا سید محمد صاحب مرحوم دہلوی، اور جناب حافظ کفایت حسین صاحب طاب ثراہ لیکن تفسیر کا اصلی کام مولانا رضی صاحب طاب ثراہ کے ذمہ تھا۔ اس کا ریاست رام پور کی طرف سے اہتمام کیا گیا تھا اور ریاست ہی کی طرف سے اخراجات فراہم کیے جاتے تھے۔ پھر جب ریاست حکومت ہند کی طرف سے ختم کردی گئی تو تفسیر کا کام ٹھپ ہو گیا، اور اس کی طباعت کی نوبت نہ آسکی تو تفسیر رضی کے نام سے قسط وار الجواد میں نکالا جانے لگا۔ آخری حصۂ کلام باری کی تفسیر جو مولانا رضی صاحب مرحوم سے رہ گئی تھی اس کی تکمیل مولانا سید ظفر الحسن صاحب طاب ثراہ نے کی اور کمال یہ ہے کہ اسلوب تفسیر میں کوئی فرق آنے نہیں دیا۔ ظفر الملت جامع العلوم تھے۔ قرآن، تفسیر، حدیث، تاریخ، علم تفسیر، اصول فقہ سبھی ان کو حاضر تھے مگر کبھی انھوں نے یہ ظاہر ہونے نہیں دیا کہ وہ علوم دینیہ وفقیہہ پر کتنا عبور رکھتے ہیں۔ نہ ان کو یہ بات پسند تھی کہ کوئی اپنی مجلس یا قصیدہ کی خود تعریف کرے۔ وہ اپنے بڑوں کا ادب ولحاظ بہت کرتے تھے

مگر چھوٹوں کی بڑوں کے ساتھ بد شعوری بے ادبی بھی برداشت نہیں کرتے تھے۔ بلکہ فوراً ٹوک دیا کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ جس موقع پر سرکار سید ابن حسن صاحب نونہروی جوادیہ کالج میں تشریف فرما تھے، اور مولانا سید ظفر الحسن صاحب قبلہ ان سے کسی فقہی مسئلہ پر گفتگو کر رہے تھے کہ ایک معتبر ناقل جو وہاں موجود تھا اس نے بیان کیا کہ علامہ نونہروی نے مولانا ظفر الملت سے کہا کہ آپ اپنی تقلید کیوں نہیں کراتے اور کیوں نہیں اپنا عملیہ چھپوا دیتے۔ مولانا ظفر الملت نے خاموشی اختیار کر لی اور آخر وقت تک اپنی تقلید نہیں کرائی۔ خدا نہ کرے کہ کوئی خود اپنے کسی بزرگ سے متمنی ہو کہ گراں بہا القاب اس کے نام کے پہلے لگائے۔ اور اس کی تعظیم و تکریم کرے۔ مثل مشہور ہے 'مشک آن است کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید'

مولانا مرحوم ہمارے والدین، ہمارے ماموں، ہماری مومانیوں اور ہمارے خاندان کے سبھی حضرات کی عزت و بزرگی فرماتے تھے اور میرے والدین مرحوم مولانا کے دینی و علمی منزلت کو ہمیشہ ملحوظ رکھتے تھے اور ہمارا پورا خاندان ان کا شیفتہ تھا۔ ہمارے حقیقی ماموں سید محمد سجاد صاحب فیض آبادی مرحوم بھی مولانا موصوف کو بہت چاہتے تھے۔ اور مولانا مرحوم بھی عزت و تعظیم کرتے تھے۔ میری خوش دامن یعنی ہماری حقیقی خالہ سے ان کو بے حد خلوص تھا۔ اور ان کے انتقال کی خبر ملتے ہی الہ آباد پہونچ کے ان کے دفن میں شریک ہو گئے۔ خداوند عالم ہم سب کو مولانا کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کی توفیق نیک عطا کرے۔ ہماری بہن جوان سے منسوب تھیں بھائی وصی محمد صاحب طاب ثراہ سے بہت چھوٹی تھیں اور مجھ سے البتہ دو تین سال بڑی ہیں لہذا ان کی تعظیم و تکریم مولانا ظفر الملت کے لیے حیرت انگیز نہیں۔ لیکن اپنے اور ہمارے بچوں کے لیے ایک اسوہ یہ بھی چھوڑ گئے کہ مجھ کو بھی کبھی بدر الحسن نہیں کہا بلکہ ہمیشہ بدر صاحب کہا اور کبھی پرچہ لکھا تو بدر صاحب سلمہٗ تعالیٰ۔

الجواد ماہانہ میں میرا قصیدہ یا مضمون خود ہی طلب فرماتے تھے اور میرے شایان القاب بھی الجواد میں شائع کراتے تھے۔

مولانا سید ظفر الحسن صاحب طاب ثراہ کے اخلاق حسنہ اور ان کے منکسر المزاج ہونے پر اگر میں قلم اٹھاؤں تو کم از کم ایک رسالہ طویل تیار ہو جائے۔ جو ذات گرامی اپنے سسرالیوں کے ساتھ دل کھول کے پیش آئے وہ اپنے والدین کے رشتۂ قرابت والوں سے بے تحاشہ محبت کرے تو بالکل بجا اور قابل صد ستائش و تاسی ہے۔ غلطی سے امامؑ و نبیؐ مبرّا و پاک وصاف ہیں مگر ان کے علاوہ جتنے انسان ہیں سب سے کچھ نہ کچھ لغزش ہو جاتی ہے، کہیں جان بوجھ کر، کہیں بے اعتنائی ولا پرواہی اور بھول چوک سے مگر دو تین دن سے زائد عداوت ورنجش ٹھیک نہیں ہے۔ مولانا مرحوم و مغفور فرشتہ صفت تھے۔ مگر معصوم نہ تھے۔ بااین ہمہ میں نہیں جانتا کہ بربنائے بغض وعداوت وکینہ پروری انھوں نے کسی سے انقطاع و بے تعلقی کسی بھی موقع پر کی ہو یا کسی سے بدلہ لیا ہو، سوائے مذہبی ودینی وروحانی امور کے انھوں نے کسی سے بھی انقطاع کو اپنے معاملات میں دخیل ہونے نہیں دیا اور نہ کسی عزیز قریب کو روکا کہ فلاں وفلاں سے نہ ملو، اپنے بد ترین حریف کو موقع پا کر بھی اپنی طرف سے کسی بلا میں گرفتار ہونے نہیں دیا۔ اس طرح کی زندگی للّٰہیت کی بہترین دلیل ہے۔ ان کی سیرت طیبہ یہ تھی کہ وہ جس طرح کسی سے ظاہر میں پیش آتے تھے، اسی طرح باطن میں بھی۔ مثالیں اس کی مجھے معلوم ہیں۔ مگر ان کی ثناو صفت کے ساتھ اس کو ناگوار طبع سمجھ کر حذف کرتا ہوں۔

آقائی ظفر الملت والدّین بہترین ذاکر بھی تھے۔ عمدہ اور اچھوتے نکات منبر پر بیان کرتے تھے۔ بے مثال صاحب قلم تھے، شاعری میں بھی اور نثر میں بھی۔ انھوں نے ۱۹۵۰ء سے الجواد نکالا مگر کوئی اشارہ و کنایہ اپنے تفوق کا آنے نہ دیا۔ عربی زبان وادب خواہ قدیم ہو کہ جدید زبان اس پر ان کو مہارت تامہ حاصل تھی اور مجھے اس

کے اظہار میں کوئی جھجک نہیں۔قدیم وجدید فارسی اور عربی میں مشکلوں کو ان کے پاس جا کر حل کروالیا کرتا تھا۔مجھے ان کی سیرت طیبہ پر بھی چلنے کی ہمیشہ امنگ تھی۔اور ان سے وابستگی کی عزت رکھنے کا بھی خیال آج تک جاری وساری ہے۔میں ہر طرح ان کو اپنا محسن تسلیم کرتا ہوں،اور کرتا رہوں گا۔

بنارس کی محفلوں کی وہ زینت تھے،اس کے بارے میں تفصیل سے اپنے مجموعۂ ضیائے بدر دوسرے قصائد میں جو دلی میں چھپ رہا ہے اس کے مقدمہ میں تحریر کر چکا ہوں۔مولانا طاب ثراہ میرے بہترین بہی خواہ تھے اور ایک محکم سپر بھی۔ان کے انتقال کا صدمہ اب تک بھلائے نہیں بھولتا۔ان کے ہوتے وہ نہ ہوتا جس کو میں اپنی اس آخر عمر میں سہتا رہا ہوں۔میری بہن صاحبہ بحمد للہ باحیات ہیں اور میں ہر نماز میں ان کی بقائے حیات کے لیے دعائیں کرتا ہوں اور ان کی اولاد سلمہم اللہ کے لیے بھی۔مولانا مرحوم کا ایک مختصر سا مجموعۂ قصائد جوادیہ کالج سے چھپ چکا ہے۔

ان کی تصانیف میں سے ایک کتاب مذہب ''باب و بہا'' پر الجواد بک ڈپو سے چھپ چکی ہے اور ایک نایاب کتاب ''انتظار قائم آل محمدؑ بجواب ظہور قایم آل محمدؑ'' تین جلدوں میں شایع ہوئی ہے۔مرحوم نے ایک پریس اکرام پریس کے نام سے قائم کر دیا جواب تک کام کر رہا ہے۔

ظفر الملت طاب ثراہ کا اچھا خاصا وقت خطوط کے جواب دینے اور الجواد کے مرتب کرنے میں بھی لگتا تھا۔جناب مرحوم کا عربی میں مرثیہ جو راقم الحروف نے بطور تاریخ نقل کیا تھا اور جو ان کی مجلس چہلم میں چھپ کر تقسیم بھی ہوا اور الجواد ظفر الملت نمبر میں شائع ہوا اس کو بھی ذیل میں نقل کر رہا ہوں۔

اور اس کے علاوہ ان کا نظم کردہ عربی میں سرکار ناصر الملت مولانا سید ناصر حسین طاب ثراہ کے انتقال پُر ملال پر ایک مرثیہ ہے جو الجواد بنارس مارچ اپریل کے

نمبر ۳ ۱۹۸۳ء میں طبع ہوا ہے اور ایک عربی میں قصیدہ امام زمانہ علیہ السلام کی شان میں ہے۔ وہ بھی مذکورہ الجواد کے نمبر میں شائع ہوا ہے۔ مرحوم کے چہاردہ معصومین علیہ السلام کی شان میں قصائد کا ایک مجموعہ جوادیہ کالج سے شائع ہو گیا ہے۔ مولانا مرحوم کے عربی میں دو نایاب کلام ایک قصیدہ امام زمانہ علیہ السلام کی شان میں۔ (۲) جناب سرکار ناصر الملت طاب ثراہ کا مرثیہ آپ کے اردو قصائد کا مجموعہ علاحدہ کتابی صورت میں شائع ہو چکا ہے۔ ظاہر ہے ایک وہ ذات جو تین اعلیٰ درجوں کی زبانوں پر حاوی ہو اور شعر و شاعری میں اعلیٰ معیار کا شغف رکھتا ہو اس کے یہاں سلاست روانی، تشبیب میں تسلسل، کلام میں ندرت، غلو و مبالغہ سے مبرا، حمد و نعت و صفات کے نہ ہونے کا کوئی سوال نہیں۔ ان کے اردو کلام پر ایک متقن رسالہ لکھنے والا ہوں۔ بشرطیکہ اپنی شدید قسم کی علالت سے کچھ سکون مل جائے۔

قصیدہ در مدح امام عصرؑ

الادب داع للدواء معاند فحب الغوانی منه والقیس شاهد
رمین سهاما والسهام حواجب فلیس لها الأالقلوب موارد
لقد صدن لما شئن حمید قلوبنا کان الشعور النا شرات مصائد
فقر بن اسباب الهدیٰ لمتیم یعیش فلاة فالنته الاوابد
سفکن دماء الناس دهرا باسهم فمن ذاک فی اعناقهن القلائد
تغافلن طور اثم واصلن تارة ولکن فیهن التغافل زائد
فمنهن سلمیٰ قد بکیت بحبها وما اکتسبت ایدیک یوماً لعائد
فاخفیت ما اهویٰ و کیف خفائها اذا اصفر لونی دار تمتنی حوائد
وما راعنی امر کمثل لقائها وفی صدر ذاک الدهر منی حقائد

تعللتي في كل يوم عهودها فهل ذاك الا للاماني طرائد
فاولىٰ لنفسي ان تموت صبابة واحرىٰ قلبي ان يواريه لاحد
اذا مت احياني مسيح زماننا سمّي رسول الله للخلق قائد
هنيئا لعيسىٰ ان يصلي خلفهٔ وفخرٍ لنا اذعد منا مساجد
امام همام والورىٰ تحت امره به الارض قامت والجبال رواكد
شجاع وهيّاب اذا سل سيفه فترعد من خوف الهلاك ملاحد
لالوية الضلال بالقهم خافض وفي نشر اعلام الهداية جاهد

فيملأ ارض اللّٰه عدلا ونصفة
بحيث وحوش الظلم عنها طرائد

مرثیه

بر وفات حجة الاسلام مولانا السید ناصر حسین صاحب عبقات الانوار طاب ثراه

اتی الزمان بعبرة وعظات | والناس منهمکون فی العقلات
اف علی الدهر الخئون فانه | یدمی القلوب بکارث الفتکات
ما راعنی قلبی کیوم قیل لی | غدر الزمان بصاحب العبقات
منیت نفسی کذب ما قد قیل لی | ان صدقت عینای بالعبرات
ابکی علیٰ من کان ناصر دینه | ابکی علی من کان خیر حمات
ابکی علیٰ ذی الحلم والکرم الذی | قد کان فینا جابر العثرات
ابکی علیٰ ذی هیئة علویة | فی کل محتشد و عین عدات
ابکی علیٰ محی اللیالی قائما | متهجد اللّٰه فی الظلمات
ابکی علیٰ من لو تراه | مشمرا لتری جیوش الکفر منهزمات
لاتحسبن انی وحید فی البکا | یبکی علیه الشرع بالحسرات
تبکی الساجد والمعابد بعده | ان راح عنها مکثر الصلوٰت
تبکی المنابرو الخطابة اعولت | هیهات ذوالاعجاز فی الخطبات
علم الکلام غدی کلیما صدره | والفقه لایدر سری الزفرات
فاصوله مختلّه و فروعه | معتله الا وراق والثمرات
علم الحدیث غدیٰ ینادی بعدهٔ | هل من رجال صادقین ثقات
وعلوم اداب العروبة قد غدت | تبکی لحافظها عن الورطات
حار الحقائق والمحقق ساکت | والناس مختبطون فی الشبهات
من للنیابة عن امام زماننا | فی کل نائبة بحسن ثبات
بثباته یوم التبری قد خلا | اعداؤهٔ والدین فی السکرات
رو الخطاب علی الحکومة قائلا | مالی به والقوم فی النقمات
من للیتامی والرامل فی الوریٰ | من واهب الطلاب خیر هبات

قد کان یعطی ماله و علومه — هٰذی عیانا ذاک فی الخلوات
ذارافة بالقوم فی ارشادهم — فانا دهم نظما بجمع شتات
متواضعا متخاشعا فی فعله — للمومنین و بارئ سیئات
بین التجاهر فی المجامع با للغا — ما قال هجرا قط فی الخلوات
والحق الی ما رأیت مثیله — فی نظمهٔ الاعمال فی الاوقات
بجوار نورالله عین قبره — شغفا به لتضاعف البرکات
بخلاه قاما بالوصا یا بعده — خیر القیام بهمة و ثبات
فتعز یا سیدی جزیتما — وتذکرة السجاد ذا الثفنات
فابره کان مر ملابد مائهٍ — فی الغاضر یة عند شط فدات
داسوا بجرد الخیل جسماً طاهراً — واضیعة الاسلام والحرمات
ما کان یضع ؟ وهو فی السرا لعدی — الا تجرع غصة العبرات
ان مربا لقتلی العراة مکبلا — کادت تفارق نفسه حسرات
نادته صبراً یا بنی زینب — فاجاب کیف و سیدی بفلات
قالت مواعید لجدک اسلفت — ولسوف یخلق باریٔ النسمات
قوما لنا خلقوا واو توا حبّنا — تبکی علینا آخر السنوات
من هٰولاء القوم کان فقیدنا — بل کان من روساتهم وسرات

لما نعیت به فقلت مورخا
ساد الجنان بنشره العبقات

۱۳۶۱ھ

سرکار ظفر الملت طاب ثراہ کا انتقال پر ملال جنوری ۱۹۸۳ء شب ہفتد ہم ماہ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ شب میلاد حضرت رسول اللہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور امام جعفر صادق علیہ السلام کی ولادت با سعادت کے سلسلہ میں جب کہ محفل طرح منعقد ہونے والی تھی، ہو گیا۔ ان کی اولاد امجاد کے بیرونجات سے آنے کے بعد دوسری شب میں دفن کیئے گئے۔ ان کو شیخ مظاہر حسن صاحب مرحوم کی اجازت سے بھدوؤں پر ان کی مسجد سے متصل صحن میں دفن کیا گیا۔ بھائی مولانا ضیاء الملت سید وصی محمد صاحب طاب ثراہ نے جوادیہ کالج بنارس میں نماز جنازہ پڑھائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا ظفر الحسن صاحب مرحوم و مغفور کی مجلس چہلم جناب مولانا علامہ جوادی سید ذی شان حیدر صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ نے پڑھی۔ ایمانیہ کالج مقیم گنج بھر گیا تھا۔ میرے انگریز دوست مسٹر ٹرائل بھی شریک ہوئے، وہ اردو جانتے تھے، پھر بھی میں جگہ جگہ ان کو سمجھاتا جاتا تھا۔ مولانا مرحوم کا رقعۂ چہلم اور قطعۂ تاریخیہ جو میرا لکھا ہوا ہے اس کے ساتھ منسلک کر رہا ہوں

(راقم الحروف سید بدر الحسن عابدی)

مجلس چهلم

قبض العلم بقبض العلماء

تاریخ وفات سید ظفر الحسن ۱۴۰۳ھ

واسفاه علیٰ ما فقدنا الفقیہ العامل والادیب الکامل، خیر الاماثل و صدر الافاضل، العالم الغطریف والحبر العریف، المتکلم الوحید والاریب الفرید العاقل المتورع والخاضع المتخشع، النجیب المتعبد والحسیب المتهجد ناهج مناهج نهج البلاغة وسالک مسالک الاحکام والفقاهة، ناقض مکاید اهل الغوایة دُهازم احزاب البدع والضلالة کهف الیتامیٰ والارامل و کنف العطایا والفواضل السماحة الحاج السید ظفر الحسن الرضوی طیب رمسه ربه القوی فالدین بفوته یشحب والشریعة بفقده تندب نهایة الاحکام حزینة و جواهر الکلام کئیبة معالم الدین مهمومة، فرائد الاصولی مغمومة فقد اصبح جامع المقاصد باکیا وامسیٰ تهذیب الاحکام نائحا الاستبصار یفتش من ذاک البصیر

والاسفار يسئل عن ذاک السفير الجامعة الجوادية منـنقب عن اميرها والمدرسة الايمانية متفحص بحن ظهيرها.

فلتسلية قلوبنا سيقام مجلس الترحيم لزعيمنا الراحل الى الروضة البهية فى دار السلام وبشفيعنا النازل فى جوار الائمة البررة عليهم السلام فى مجمع العلوم الدينية المدرسة الايمانية (مقيم گنج) بمدينة بنارس فى واحد و عشرين من الربيع الثانی سنه ۱۴۰۳ھ يوم الاحد بالساعة التاسعة صباحاً فنلمس من فضيلتكم القدوم و لكم الاجر من الحى القيوم.

السيد ناصر رضا مبارک والسيد شميم الحسن واخوانه

صد حیف آج ہم ایک عاقل حق شناس و عادل نیک اساس اطاعت شعار بندۂ ربانی تہجد گزار مرد روحانی بیش بہا خزانۂ علم و معرفت، خرد افزا پیمانۂ دانش و حکمت، پیکر خلق و انکسار، گوہر خلوص و اعتبار، رہرو نیک نام، مناہج نہج البلاغہ، پیرو خوش خرام، مسالک الاحکام (والفقاہہ، تیشۂ انہدام فریب دہندگان، کجروی، غوایت، شیر بیشۂ انہزام، سرکشان گمراہی و ضلالت، وحید عصر و فرید دہر، فقیہ عامل و دبیر کامل، خیر الاماثل و صدر الافاضل العلامۃ الفخامہ، الحاج السید ظفر الحسن رضوی طیب رمسہ ربنا القوی کی ذات والا صفات کے فیوض و برکات سے محروم ہیں۔ آپ کی رحلت

سے دین خدا اشک فشاں، شریعت مصطفوی نالہ کناں ہے۔ نہایۃ الاحکام محزون وگریاں، جواہر الکلام حیران و پریشان ہے، معالم الدین پر رنج و الم کا ہجوم، فرائد الاصول بھی بے حد ملول و مغموم ہے۔ جامع المقاصد ان کے ہجر میں مرقع چشم تر، تہذیب الاحکام ان کی یاد میں فریادی و نوحہ گر ہے۔ استبصار اس عارف بصیر سے بچھڑ کر زار و نزار، اسفاد اس سفیر باتوقیر کو کھو کر بے حد بے قرار ہے۔ جامعہ جوادیہ اپنے سردار کو ہر طرف تلاش کر رہا ہے، اور مدرسہ ایمانیہ اپنے مددگار کو ایک ایک سے دریافت کر رہا ہے۔ بنا بریں قلوب شکستہ کی تسلی و تشفی کے لیے بمقام مدرسہ ایمانیہ (مقیم گنج) شہر بنارس ۶ر فروری ۱۹۸۳ء بروز یک شنبہ بوقت ۹ر بجے دن مجلس عزا برپا ہوگی۔ ارباب ملت کی خدمت میں التماس ہے کہ شرکت فرما کر ماجور و مثاب ہوں۔

سید ناصر رضا مبارک وسید شمیم الحسن و دیگر پسران سرکار مرحوم۔

ريثيه

الاستاذ السيد بدر الحسن عابدى

رئيس قسم العربى فى جامعة بنارس للهندوس۔ وارانسى

نشع الزمان صدورنا هو معتد ربا عتصام الجور قلبه جلمد
و نفوسنا صيد له متواترٌ فعلينا ظلم بعد ظلم يجهد
بمخالب سيجز عين فوائدنا فأظن أنّ الدهر ذئب محتد
عظم الجفاء رجل كل مصائب فالعيش تحت السماء مستبعد
كانت مجرّة ليل امس مثلما سيف لقتلى فى السماء مجرد
اسد الا اله يغيثنا فى رزئنا آل النبى يعيننا و محمد
فجزعنا فى ابهى البهية فقدها سيل الدموع علىٰ خدورنا يشهد
سبب الهموم لنا فراق زعيمنا فالموت مثل خصيمنا متشدد
قد غاب عنّا سيد ظفر الحسن ففراقه لقلوبنا لمشدد
الليل حتّىٰ عاش كانت بيضة والصبح منذ و فاته فالاسود
رحل المسود السائد من بيننا فله السيادة بحزن و السودد
يا خضرُ! اخبر حال خضر طريقنا كيف الرشيد المرشد المسترشد
اين المجاهد فى ثنائه اجمعوا جهد، جهيد ،اجتهاد و مجهد
يا ربِ فارحم كان عبدا صالحا ذاک العبيد العابد المتعبد
فسائلت بعد وفاته متحيراً هل فى جوار الله ذاک ممجد
يا بدر ارخ، ها ! ينادى هاتف برع الفقيه و فى الجنان مخلد

برع الفقيه و فى الجنان مخلد

۲۷۲+ ۲۲۶+ ۱۳۵+۹۰+ ۶۷۲+

۱۴۰۳ھ

Maulana Azad National Urdu University Hyderabad
Accn. No. 84840
Date..........